تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

06

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
31واں سال

6 تا 12 رجب المرجب 1443ھ/ 8 تا 14 فروری 2022ء

سب سے بڑا سہارا

جو شخص معاشرے کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے، اس کی غلط رسوم وروایات، عقائد و نظریات، افکار و تصورات، میلانات و رجحانات اور عزت و ذلت کے پیمانوں سے بغاوت کرتا ہے، اس پر معاشرے کا اتنا شدید دباؤ پڑتا ہے کہ وہ اس کے مقابلے میں ٹک نہیں سکتا جب تک کہ پشت پر کوئی ایسی قوت نہ ہو جو انسانوں سے زیادہ قوی، پہاڑ سے زیادہ اٹل اور زندگی سے زیادہ عزیز ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ مؤمن کو اس طوفانِ کشمکش میں یکہ و تنہا، اور بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا، کہ وہ حزن و غم اور احساس ناتوانی سے ہمت چھوڑ بیٹھے۔ بلکہ وہ اس کے سر پر شفقت و محبت کا ہاتھ رکھتا اور اسے یہ جاں نواز پیغام دیتا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝﴾ (آل عمران:139)

''اور نہ کمزور پڑو اور نہ غم کھاؤ' اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔''

اس موقع پر لازماً حزن و غم کا بھی حملہ ہوتا ہے، اور احساسِ ناتوانی کا بھی۔ یہ ہدایت آتی ہے تاکہ مومن اس کے ذریعہ ان دونوں کا مقابلہ کرے۔ جہاں وہ اس موقع پر صبر و استقامت سے کام لے، وہیں اپنی عظمت و بلندی کے احساس سے سرشار بھی ہو، وہ سرکش قوتوں، نامعقول قدروں، جاہلی نظریوں، باطل نظاموں، بے جا رسموں، نامناسب عادتوں، ترک و اختیار کے غلط پیمانوں اور گمراہی پر متحد جتھوں سے ذرا بھی مرعوب نہ ہو، بلکہ انہیں اپنے سے فروتر سمجھے۔

اور غور کرو تو حقیقت بھی یہی ہے۔ ہر لحاظ سے بلند و برتر مؤمن ہی ہے۔ اس کا سہارا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اس کا سرچشمہ سب سے اُونچا سرچشمہ ہے۔ بھلا اسے انسانوں سے کیا سروکار؟ ساری دنیا سے کیا علاقہ؟ دنیوی قدردانوں کی اسے کیا پروا؟ انسانی پیمانوں سے اسے کیا واسطہ؟ وہ تو اللہ ہی سے لیتا، اللہ ہی کی طرف پلٹتا، اور اللہ ہی کے راستہ پر چلتا ہے۔

نقوشِ راہ
سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
پاکستانی معیشت.... (انسدادِ سود کی جدوجہد 3)

جنت کے سچے طالب

صدارتی نظام کی بازگشت
اور ملکی مسائل کا حل

یومِ یکجہتی کشمیر

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا بنت زید

کارواں گم کردہ منزل

سجدہ فقط اللہ کو ہے

سُورَۃُ الفُرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 60

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ قَالُوۡا وَ مَا الرَّحۡمٰنُ ٭ اَنَسۡجُدُ لِمَا تَاۡمُرُنَا وَ زَادَہُمۡ نُفُوۡرًا ﴿۶۰﴾ السجدۃ

آیت ۶۰ ﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اسۡجُدُوۡا لِلرَّحۡمٰنِ قَالُوۡا وَ مَا الرَّحۡمٰنُ﴾ ”اور جب اُن سے کہا جاتا ہے سجدہ کرو رحمٰن کو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کون ہے؟“

مشرکینِ مکّہ کے لیے اللہ کا لفظ تو معروف تھا مگر رحمٰن سے وہ واقف نہیں تھے۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ پر یہ اعتراض بھی کرتے تھے کہ اللہ کے بجائے آپ رحمٰن کا نام کیوں لیتے ہیں؟ یہ نیا نام ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

یہ جاہل مشرک رحمٰن کی عظمتِ شان کو کیا سمجھ سکتے ہیں جن کو اس نام سے بھی چڑ ہے۔ جب یہ رحمٰن کا نام سنتے ہیں تو انتہائی جہل سے ناواقف بن کر کہتے ہیں کہ رحمٰن کون ہے جس کو ہم سے سجدہ کراتا ہے۔ کیا محض تیرے کہہ دینے سے ایسی بات مان لیں؟

﴿اَنَسۡجُدُ لِمَا تَاۡمُرُنَا﴾ ”کیا ہم اُسے سجدہ کریں جس کے لیے تم ہمیں حکم دے رہے ہو!“

یعنی ہم آپؐ کے کہنے پر اُسے سجدہ کیوں کریں؟ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم نے آپؐ کی بات تسلیم کر لی اور آپؐ جیت گئے۔ یہی وہ ضد ہے جسے قرآن میں ”شِقَاق“ کہا گیا ہے۔ اس ضد اور تعصب میں وہ لوگ آپؐ کی مبنی بر حقیقت بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

﴿وَ زَادَہُمۡ نُفُوۡرًا ﴿۶۰﴾﴾ ”اور اس نے بڑھا دیا انہیں نفرت میں۔“

یعنی اس طرح حق سے ان کی نفرت مزید بڑھ رہی ہے اور ان کے جذبۂ فرار میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

قرض دینے کی فضیلت

عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((دَخَلَ رَجُلٌ الۡجَنَّۃَ فَرَاٰی عَلٰی بَابِہَا مَکۡتُوۡبًا اَلصَّدَقَۃُ بِعَشۡرِ اَمۡثَالِہَا وَالۡقَرۡضُ بِثَمَانِیَۃَ عَشَرَ))

(جمع الفوائد، 353/1)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر و ثواب دس گنا ہے اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا۔“

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض دینے کا ثواب صدقہ سے بہت زیادہ ہے۔ غریبوں کی امداد اور حاجت مندوں کو قرض دینا ایک اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں اس کی خاص ترغیب دی گئی ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب بتایا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل (قسط:15)

پاکستانی معیشت کے خدوخال (انسدادِ سود کی جدوجہد-3)

’’انسدادِ سود کی کوششوں کا دورِ ثانی 2012ء سے شروع ہوتا ہے۔ تنظیم اسلامی نے مرکزی سطح پر یہ فیصلہ کیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ میں انسدادِ سود کا معاملہ سپریم کورٹ آف پاکستان سے ریمانڈ شدہ 2002ء سے معرضِ التواء میں پڑا ہے‘ لہٰذا کوشش کی جائے کہ اسے سماعت کے لیے ’’Fix‘‘ کروایا جائے۔ چنانچہ 4/اگست 2012ء کو ایک درخواست بعنوان ’’Application to Fix for Hearing‘‘ خالد محمود عباسی (اُس وقت تنظیم اسلامی کے ایک ذمہ دار) بمقابلہ فیڈریشن آف پاکستان بذریعہ سپریم کورٹ کے وکیل کوکب اقبال صاحب‘ فیڈرل شریعت کورٹ میں داخل کی گئی‘ جس میں انسدادِ سود کی سابقہ کوششوں اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے 1999ء اور 2002ء کو بنیاد بناتے ہوئے یہ استدعا کی گئی کہ:

“It is therefore, respectfully prayed that the above case (PLD 2002 ,SC 800) may kindly be ordered to be fixed for hearing at a very early date convenient to this Honourable Court.”

اس درخواست کے جواب میں 17 اگست 2012ء کو فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب سے یہ جواب وصول ہوا کہ چونکہ درخواست گزار متذکرہ بالا کیس میں ایک ’’پارٹی‘‘ نہیں ہے اور چونکہ یہ درخواست فیڈرل شریعت کورٹ کے 1981ء Procedure کے مطابق نہیں‘ اس لیے یہ درخواست رد کی جاتی ہے۔

اس جواب کے موصول ہونے پر 28 جولائی 2013ء کو خالد محمود عباسی صاحب (اُس وقت تنظیم اسلامی کے ایک ذمہ دار) کی جانب ہی سے ایک دوسری درخواست بعنوان Petition: under article 203-D of the Constitution of Pakistan 1973. دائر کی گئی جو کہ ایک آئینی درخواست تھی جو فیڈرل شریعت کورٹ میں آئین کے سیکشن 34-CPC/ Interest being against the injunction of Islam کے تحت تھی۔ اس درخواست میں پاکستان کے آئینی تشخص اور ریاست پاکستان کی آئینی ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ استدعا کی گئی تھی:

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 رجب 1443ھ جلد 31
8 تا 14 فروری 2022ء شمارہ 06
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا‘ یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

In this spirit that this petition is being filed and the petitioner believes that Allah and Prophet Muhammad(S.A.W) will be pleased with all those who will strive to achieve this noble cau se and will be displeased who will show reluctant in the matter.

It is therefore, respectfully prayed that a declaration may be made to the effect that interest (Ribah) in all its forms is Haram/prohibited in Islam and the Government of Pakistan may be directed to take prompt measures for the eradication of the evil of (Ribah) interest from the Islamic Republic of Pakistan.

اس petition کے دائر کیے جانے کے نتیجے میں فیڈرل شریعت کورٹ نے 26 ستمبر 2013ء کو اپنے مراسلے میں یہ petition برائے سماعت قبول کر لی اور 22 اکتوبر 2013ء کی تاریخ برائے ابتدائی سماعت دے دی اور اس جیسی دوسری متعدد درخواستوں کو یکجا کرتے ہوئے مشترکہ طور پر تمام کیسز سننے کا عندیہ ظاہر کیا۔

22 اکتوبر 2013ء سے 2018ء تک چند رسمی کارروائیوں کے علاوہ اس کیس میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نظر نہیں آئی۔ پہلی اور ابتدائی سماعت میں محض اس کیس اور اس کے ساتھ lumped دیگر 117 کیسز کو acknowledge کیا گیا اور کہا گیا کہ دوسری سماعت پر دلائل کا جائزہ لیا جائے گا اور petitioner کو اپنی بات کہنے کا موقع ہوگا۔

دوسری پیشی پر ڈپٹی اٹارنی اور اٹارنی جنرل کی غیر موجودگی کو بنیاد بنا کر ایک نئی تاریخ دینے کی نوید سنائی گئی۔ نیز یہ بھی بتایا گیا کہ ایک سوال نامہ تمام petitioners اور ماہرین قانون، علماء اور فنانشل ایکسپرٹس کو ارسال کیا جائے گا جس کی روشنی میں ریمانڈ کردہ اس کیس پر بحث کی جائے گی۔ چنانچہ 14 سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب سے بذریعہ مراسلہ و اخباری اطلاع بھیجا گیا اور کہا گیا کہ اس کا جواب تیار کر کے فیڈرل شریعت کورٹ کے رجسٹرار کو حسبِ استطاعت و توفیق ارسال کیا جائے۔

تنظیم کی طرف سے ان 14 سوالات کے جوابات مفصل طور پر تیار کر کے وکلاء کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ میں داخل کروا دیے گئے اور کورٹ سے استدعا کی گئی کہ معاملے کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اس کیس کو تیزی سے نمٹایا جائے۔

کورٹ کو assist کرنے کے لیے تنظیم اسلامی کی جانب سے تین مزید وکلائے سپریم کورٹ کی خدمات حاصل کی گئیں، جن میں رائے بشیر احمد، غلام فرید سنوترہ اور اسد منظور بٹ شامل تھے۔ تنظیم اسلامی کے علاوہ بعض دوسرے افراد اور آرگنائزیشنز کی طرف سے بھی جوابات داخل کیے گئے جن میں متحدہ ملی مجلس، جماعت اسلامی اور شیخ ابراہیم ودیلو اور دوسرے شامل تھے۔

2014ء کے آغاز تک یہ تمام کارروائی مکمل ہوگئی تھی اور اب اس بات کا انتظار تھا کہ یہ معاملہ کورٹ میں ایک نئی قوت کے ساتھ زیر بحث آئے گا اور ہم سود کی اس لعنت سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ لیکن 2018ء تک فیڈرل شریعت کورٹ میں اس معاملے پر باقاعدہ بحث کا آغاز نہیں ہوسکا اور معاملہ ایک مرتبہ پھر التواء کا شکار ہوگیا۔

اس دوران تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ناظم اعلیٰ اور شعبہ تحقیق کے انچارج حافظ عاطف وحید صاحب نے مختلف وکلاء اور ماہرین سے رابطہ جاری رکھا اور اس بات کے امکانات کا جائزہ لیا کہ کیا اس کیس کو ازسرنو سپریم کورٹ آف پاکستان میں کھلوایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ تاثر یہ تھا کہ چونکہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کا 1999ء والا فیصلہ ایک حجت کی حیثیت رکھتا ہے جسے بعد میں 2002ء میں PCO پر حلف اٹھائی ہوئی کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا تھا، لہٰذا اگر موجودہ سپریم کورٹ سے یہ استدعا کی جائے کہ 1999ء والا فیصلہ بعض ریاستی اور غیر ملکی اداروں کے دباؤ پر معطل کیا گیا تھا اس لیے اسے کالعدم قرار دیا جائے تو امید کی جاسکتی ہے کہ یہ مراحل آسانی سے سر ہو جائیں گے۔

اس خواہش اور امید کے پیش نظر متعدد ماہرین سے رابطہ کیا گیا اور سپریم کورٹ میں اس کیس کی نمائندگی کے لیے مختلف وکلاء سے رابطہ

کیا گیا۔ کافی سوچ بچار اور مشاورت کے بعد راجہ محمد ارشاد صاحب‘ جو کہ انجمن خدام القرآن سندھ سے طویل عرصہ وابستہ رہے ہیں اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی فکر سے آگاہ ہیں اور عدالتی طور طریقوں سے بخوبی واقف ہیں‘ انہیں اس کام کی ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا گیا۔

راجہ صاحب نے اپنے ساتھ سپریم کورٹ کے دو اور وکلاء جناب سردار محمد غازی اور شمشاد اللہ چیمہ کو ٹیم میں شامل کیا۔ عاطف وحید صاحب نے ان حضرات کے ساتھ اسلام آباد میں متعدد ملاقاتیں کیں اور انہیں اس کیس کی تاریخ اور معاملے کے مالہٗ اور ماعلیہ سے آگاہ کیا۔

وکلاء کے اس گروپ نے تمام کیس کا جائزہ لے کر یہ رائے قائم کی کہ 1999ء کا فیصلہ بحال کرانا بوجوہ آسان نہ ہوگا‘ بلکہ اس کے بجائے اس معاملے کو آئین کی دفعہ 38-F کے تحت اٹھانا یا پیش کرنا زیادہ موزوں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے 30 مارچ 2015ء کو یہ کیس انہی بنیادوں پر تیار کیا اور اسے (سابقہ) امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی طرف سے ایک Constitution Petition بمقابلہ فیڈریشن آف پاکستان بعنوان Petition under article 184 (3) of the Constitution of Pakistan تیار کیا اور سپریم کورٹ میں داخل کروادیا۔ اس Constitution Petition میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ:

In view of the above, it is therefore, respectfully prayed that this Hon'ble Court may graciously be pleased to issue direction to the respondents to implementArticle 38-F of the constitution to eliminate "R i b a" as early as possible to save this country from the wrath of Almighty Allah.

مورخہ 9 مئی 2015ء رجسٹرار آفس سے یہ جواب موصول ہوا کہ متعدد وجوہات کی بنا پر یہ درخواست مسترد کر دی گئی ہے‘ لہٰذا یہ قابل سماعت نہیں۔

چونکہ بیان کردہ وجوہات نامعقول اور غیر آئینی تھیں لہٰذا 23 مئی 2015ء کو ایک Civil Miscellaneous اپیل داخل کی گئی‘ جس میں یہ تقاضا کیا گیا تھا کہ رجسٹرار آفس اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ کسی ایسی آئینی پٹیشن کو رد کر سکے جس میں بنیادی حقوق کا معاملہ پیش نظر ہو۔ لہٰذا یہ درخواست کی گئی کہ رجسٹرار آفس کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات مسترد کرتے ہوئے ہماری پٹیشن کو کورٹ کے سامنے پیش کیا جائے۔

اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے رجسٹرار نے معاملے کو جسٹس سرمد جلال عثمانی کے سامنے پیش کیا جنھوں نے کیس کا جائزہ لے کر یہ رائے دی کہ معاملے کی نزاکت کے پیش نظر اس کیس کو ایک سے زائد ججز کا سماعت کرنا مناسب ہوگا۔ چنانچہ 15 اکتوبر 2015ء کو ایک دوسرے جج جسٹس عظمت سعید کو جسٹس سرمد جلال عثمانی کے ساتھ شامل کر کے اس کیس کی سماعت کی گئی اور ایک مختصر سی کارروائی کے بعد ان دونوں ججز نے اس بنیاد پر کہ معاملہ پہلے سے فیڈرل شریعت کورٹ میں subjudice ہے اس درخواست کو مسترد کر دیا۔

اس فیصلے سے قطع نظر‘ ججز کے جو ریمارکس اور بیانات اخبارات میں رپورٹ ہوئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ عدالتوں میں ایسے ’’نامور‘‘ ججز کا تعین کیا جانا بجائے خود ایک لمحہ فکریہ ہے اور اس سے ان کی اہلیت پر متعدد سوالات اٹھتے ہیں۔ (جاری ہے)

❁❁❁

امیر سے ملاقات

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ کے ساتھ سوال و جواب کی خصوصی نشست ہر ماہ کی 15 تاریخ کو نشر ہوگی۔

میزبان: آصف حمید

مرکزی ناظم شعبہ سمع و بصر اور سوشل میڈیا تنظیم اسلامی

دیکھیں:

www.tanzeem.org

https://youtube.com/tanzeem.org

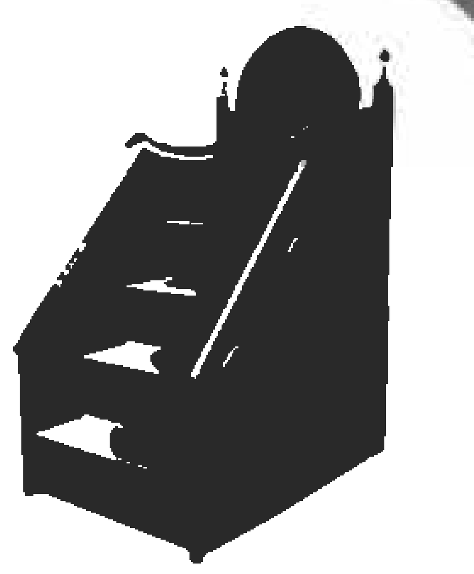

جنت کے سچے طالب

(سورۃ الواقعہ کی آیات 22 تا 40 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 21 جنوری 2022ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں ہم سورۃ الواقعہ کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ زیر مطالعہ آیات میں ان نعمتوں کا ذکر جاری ہے جو اہل جنت کے لیے تیار کی گئی ہیں ۔ فرمایا:

﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾﴾ ''اور حوریں ہوں گی بڑی بڑی آنکھوں والی۔''

ایک خاتون کے حسن کا ایک پہلو ظاہر کے اعتبار سے آنکھوں کا بڑا ہونا بھی ہے ۔ قرآن حکیم جنت کی حوروں کے اس حسن کو اس مقام پر نمایاں فرما رہا ہے۔

﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾﴾ ''جیسے موتی ہوں چھپا کر رکھے گئے۔''

موتی سیپی میں جب تک ہو تو اس کا حسن، چمک دمک محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں اشارہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ہوں گی بڑی آنکھوں والی جیسے کہ موتی سیپی میں چھپے ہوئے ہوں۔ یعنی ان کے حسن اور ان کے پوشیدہ رہنے کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ جب جنتی عورتوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے پردے میں رہنے، پوشیدہ رہنے کا ذکر فرماتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں ہم نے پڑھا:

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾﴾ (الرحمٰن)

''(وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور (پوشیدہ) ہیں۔''

جیسے قیمتی گوہر ہوں چھپا کر رکھے گئے ہوئے ۔ آج وہ عورت جو حیا کا پیکر بنے اور چادر کا اہتمام کرے، حجاب اور پردے کا اہتمام کرے ان شاء اللہ کل وہی جنتی عورت بھی ہو گی ۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾﴾ ''یہ بدلہ ہو گا ان کے اعمال کا جو وہ کرتے رہے تھے ۔''

یہاں ایک اہم نکتہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے اور ایک مومن کی بندگی کا تقاضا ہے۔ مومن کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے اور اس کے فضل اور رحمت کا متلاشی رہے کیونکہ بندہ دنیا میں جتنے بھی اچھے اعمال کر لے لیکن اللہ کی رحمت اور فضل شامل نہیں ہوگا تو وہ اعمال کام نہیں آئیں گے ۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ بالفرض ایک شخص اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت تک سجدے کی حالت میں پڑا رہے، جب یہ قیامت کے دن کھڑا ہوگا اور اللہ رب العالمین کے جلال کو دیکھے گا تو اسے اپنی ساری زندگی کے اعمال کی حیثیت اپنی نگاہوں میں کچھ نہیں ہوگی ۔ (جامع ترمذی)۔ اسی طرح حدیث مبارک ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے عمل کی

مرتب: ابو ابراہیم

بنیاد پر جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ایک صحابیؓ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں بھی داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہو۔ (صحیح مسلم) یہ حضور ﷺ کی عاجزی کا بیان بھی ہے اور اُمت کی تعلیم کے لیے بھی ذکر ہے۔ اس میں اُمت کے لیے تعلیم یہ ہے کہ بندہ نیک اعمال کرے لیکن ان پر انحصار اور گھمنڈ کر کے نہ بیٹھ جائے کہ بس میرے اعمال مجھے ضرور جنت میں لے جائیں گے بلکہ صحیح راستہ یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے نیک اعمال کیے جائیں اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا فضل بھی مانگا جائے۔ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ بندہ اللہ کی رحمت کا بھی ہر وقت طالب رہے ۔ یہ بندگی کا تقاضا ہے کہ وہ کہتا ہے : مولا تیرا کرم ہے، تیرا انعام ہے، میرا کوئی اس میں کمال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنت والوں کا یہ جملہ قرآن میں نقل ہوا:

''اور وہ کہیں گے کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچنے کے لیے ہدایت دی۔ اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔'' (الاعراف:43)

اس سے یہ اندازہ کریں کہ ہمیں ہدایت کی کہاں تک ضرورت ہے ۔ جنت میں داخلے تک ہم ہدایت کے محتاج ہیں۔ اس احساس کے ساتھ یہ دعا ہونی چاہیے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ (الفاتحہ:5)

''ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔''

بندے کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم کا سوال بھی کرے اور اس کی طرف سے ہدایت کا طالب بھی رہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے اس کے اعمال کا بدلہ دے اور اس پر انعامات کی بارش کر دے ۔ قرآن میں فرمایا: ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾﴾ (البروج)

''وہ جو ارادہ کرلے کر گزرنے والا ہے۔''

وہ جو چاہے سو کہے جو چاہے سو کرے۔ اسی طرح اللہ کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ جا تیرے عمل کے بدلے تجھے جنت عطا فرما دی۔ یہاں ارشاد ہے:

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾﴾ ''یہ بدلہ ہو گا ان کے اعمال کا جو وہ کرتے رہے تھے۔'' (الواقعہ)

اللہ تعالیٰ یہ فرما سکتا ہے اس کی شان کریمی ہے۔ اس کا فضل اس کا انعام ہے۔ لیکن بندے کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رب کے فضل اور انعام کی طرف توجہ رکھے نہ کہ اپنی نیکیوں پر ناز کرنے کی کوشش کرے ۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندہ جتنا اللہ کی بندگی کی طرف بڑھے اتنا اس میں عاجزی بڑھنی چاہیے، اتنی انکساری بڑھنی چاہیے نہ کہ تکبر

اور گھمنڈ کرنے لگ جائے۔ اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آگے فرمایا:

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾﴾ ''وہ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات اور نہ ہی کوئی الزام۔''

یعنی کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں ہوگی۔ یہ بھی کتنی بڑی نعمت ہوگی اس کا اندازہ ایک بندہ مومن دنیا میں رہ کر کرسکتا ہے جہاں ایمان بھی لانا ہے، ایمان کے تقاضوں پر بھی عمل کرنا ہے، اپنے کانوں، اپنی نگاہوں، اپنی زبانوں کی بھی حفاظت کرنی ہے مگر کتنے مواقع ایسے آجاتے ہیں کہ لغو اور بیہودہ باتیں سننی پڑ جاتی ہیں، بندہ بچنا چاہتا ہے مگر دائیں بائیں سے گناہ کی دعوت آتی ہے۔ بندہ خود کچھ نہیں کر رہا ہوتا لیکن محلے والے زور سے گانے بجا رہے ہوتے ہیں۔ شادی بیاہ کا موقع آجائے تو کئی لغو اور بے ہودہ چیزیں برداشت کرنا پڑتی ہیں، مخالفت کی تو کئی باتیں سننا بھی پڑتی ہیں۔ ان سارے بیہودہ امور اور فضولیات سے نجات مل جائے گی جب انسان جنت میں داخل ہوگا۔ جنت میں کہ نہ کوئی لغو بات ہوگی، نہ بیہودہ بات ہوگی، نہ گناہ کی بات ہوگی، نہ گناہ سننے میں آئے گا، نہ دیکھنے میں آئے گا، نہ کرنے میں آئے گا۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر بڑی نعمت ہے جو جنت میں اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾﴾ ''مگر (ان کے لیے' ہر طرف سے) سلام سلام ہی کی آوازیں ہوں گی۔''

اس کی ایک تعبیر یہ کی گئی ہے کہ اہل ایمان ایک دوسرے سے ملیں گے تو سلام کہیں گے۔ دنیا میں ملاقات کے آداب یہ ہیں کہ کوئی ہاتھ جوڑ رہا ہے، کوئی کچھ اور کہہ رہا ہے۔ جنت والوں کے آداب یہ ہوں گے کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ فرشتے استقبال کریں گے جنت میں تو کہیں گے: سلام علیکم۔ اور سب سے بڑھ کر رب العالمین کہے گا:

﴿سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾﴾ (یٰسین)

''سلام کہا جائے گا ربِّ رحیم کی طرف سے۔''

ذرا تنہائی میں بیٹھ کر اس بات کو ہم محسوس تو کریں کہ ہماری حیثیت کیا ہے، ہماری اوقات کیا ہے کہ رب کائنات اپنے بندوں کو جنت میں سلام کہے گا۔ ہاں مگر وہ بندے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی بندگی کے لیے عیش و آرام اور ذاتی پسند و ناپسند کو چھوڑ دیا ہوگا۔ ایسے بندوں کو اللہ نے کبھی زمین پر بھی سلام بھجوایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہؓ آپ ﷺ کو کھانا پیش کرنے آرہی ہیں، ان سے کہیے گا کہ رب کائنات نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

یہ زمین پر اماں خدیجہؓ کا اعزاز ہے۔ اللہ اکبر کبیرا!

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں ہر ایک کی زبان پر سلامتی کی ہی بات ہوگی۔ یہ تو دنیا ہے جہاں زبان پر جھوٹ بھی ہے، غیبت بھی ہے، گالیاں بھی ہیں، منافقت بھی ہے، سازش بھی ہے لیکن وہاں کوئی ایسی بات جنتی سنیں گے ہی نہیں اور جو سنیں گے وہ صرف سلامتی، امن اور خیر کی بات ہوگی۔ یہ ہے جنت دار السلام۔ سلامتی کا گھر، جہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے جنت الفردوس کا سوال کرتے ہیں۔''

یہاں مقربین کا بیان مکمل ہوا۔ اب آگے اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ والوں کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾﴾

''اور اصحاب الیمین! کیا کہنے ہیں اصحاب الیمین کے!''

اللہ جہنم سے بچا کر جنت کے بارڈر پر بھی کسی کو لے آئے تو وہ بھی بہت بڑی نعمت ہوگی۔ لیکن اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ والے وہ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا کر سیدھا جنت میں لے جائے گا۔ یہ بھی بہت خوش قسمت لوگ ہوں گے۔ آگے ان کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾﴾ ''وہ ہوں گے بیری کے درختوں میں جن میں کانٹے نہیں ہوں گے۔''

اس دنیا میں بیر اور بیریاں پائی جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں بیر بہت زیادہ لذیذ ہوتے ہیں اور خوشبودار بھی ہوتے ہیں۔ جو اعلیٰ نسل کا بیر ہوتا ہے اُس میں

پریس ریلیز 4 فروری 2022ء

مقبوضہ کشمیر کی آزادی پاکستان کی سلامتی کے لیے ناگزیر ہو چکی ہے

شجاع الدین شیخ

مقبوضہ کشمیر کی آزادی پاکستان کی سلامتی کے لیے ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم 5 فروری کا دن اہل کشمیر کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے طور پر مناتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے بھارت کے عزائم بڑے خطرناک ہیں لہٰذا اب محض یوم کشمیر منانے کی بجائے عملی قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی خصوصاً ہمارے خطے کی بدلتی ہوئی صورتِ حال نے اب مقبوضہ کشمیر کی آزادی کو پاکستان کی سلامتی کے ساتھ نتھی کر دیا ہے چونکہ بھارت نے آئین کی شق 370 اور 35-A کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر لیا ہے جو پاکستان کو کھلا چیلنج ہے۔ علاوہ ازیں بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں ظلم و ستم میں بے تحاشا اضافہ کر دیا اور مقبوضہ کشمیر کو ایک بڑی جیل میں تبدیل کر دیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اِس وقت مقبوضہ کشمیر میں مقبول ترین نعرہ ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان میں اگر اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہوتا تو اِس نعرے کو عملی شکل کیسے دی جا سکے گی۔ اگر پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جائے اور اُس کے ثمرات دنیا کے سامنے آجائیں تو بھارت کے لیے ممکن ہی نہیں رہے گا کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں عوامی تحریک کو دبا سکے، لہٰذا ہمارے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دیں تاکہ اہل کشمیر کو ایک خصوصی کشش محسوس ہو اور اُن کی پاکستان کا حصہ بننے کی تحریک اتنی زور آور ہو جائے کہ بھارت کے لیے اُسے روکنا ممکن نہ رہے۔ تب ہی کشمیر بنے گا پاکستان کا نعرہ حقیقت کا روپ دھارے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بھی کانٹے ہوتے ہیں لیکن جنت میں بغیر کانٹے کے بیریاں ہوں گی۔ ایک بدو نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ایسا کیسے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر کانٹے کی جگہ اللہ ایک پھل بنالے گا۔ بعض احادیث میں یہ بھی اشارات موجود ہیں کہ ایک ایک درخت کے اندر کئی طرح کے ذائقہ دار پھل ہوں گے۔ یہی توانہونی سی بات ہے تبھی تو جنت، جنت ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۲۹﴾﴾ ''اور تہ بر تہ کیلے۔''

جس ماحول میں قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا وہاں لوگوں کے مشاہدات میں جو چیزیں تھیں انہی کا ذکر قرآن میں آیا۔ لیکن حقیقت میں جنت میں ایسے ایسے پھل بھی ہوں گے کہ جن کا دنیا میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آگے فرمایا:

﴿وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿۳۰﴾﴾ ''اور پھیلے ہوئے سائے۔''

وہاں کے درختوں کا عالم یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کا ایک درخت اتنا طویل ہو گا کہ ایک سوار سو برس تک اس کے سائے میں چلتا رہے تو سایہ ختم نہیں ہوگا۔ تبھی تو جنت، جنت ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جنت میں جس سایہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ کوئی دھوپ کی تپش سے بچنے کے لیے نہیں ہوگا، وہاں تو گرمی اور سردی کا تصور ہی نہیں ہوگا۔ یہ سایہ صرف زینت اور آرائش کے لیے ہوگا۔ جیسے آج کل ترقی یافتہ ممالک میں بنکوئٹس میں شہروں کو سجایا جاتا ہے، وہاں مصنوعی قسم کے درخت لگے ہوتے ہیں، پھول اور پتیاں مصنوعی ہوتی ہیں، حالانکہ وہاں گرمی نہیں ہوتی۔ یہ سب چیزیں زینت اور آرائش کے لیے ہوتی ہیں۔ یہ تو ہمارا مشاہدہ ہے جنت کا عالم کیا ہوگا اللہ بہتر جانتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ﴿۳۱﴾﴾ ''اور بہتا ہوا پانی۔''

ہر جنتی کو اللہ بادشاہ بنائے گا۔ اس کے بہت سارے باغات ہوں گے، جہاں آبشاریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی اس دنیا میں انسان خواہش کرتا ہے۔ شداد نے بھی اپنی جنت بنائی تھی لیکن وہ بدنصیب استفادہ بھی نہ کرسکا اور دنیا سے چلا گیا۔ اسی طرح آج بھی بڑے لوگوں نے بہت سے سامان کر رکھے ہیں لیکن سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔ دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ:

﴿وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾﴾ (آل عمران) ''اور یہ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

اللہ اس دھوکے سے بچائے اور جو اصل رہنے کی جگہ ہے وہ نصیب فرمائے۔ جس کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ لَهِیَ الۡحَیَوَانُ﴾ (العنکبوت:64) ''اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔''

یہ ہمیشہ رہنے والے درخت، ہمیشہ رہنے والی آبشاریں ان کا ذکر چل رہا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَّفَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ ﴿۳۲﴾﴾ ''اور کثرت کے ساتھ میوے۔''

اس سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ ان کی بہت ساری اقسام ہوں گی۔ مختلف قسم کے پھل بھی ہوں گے اور ان کی تعداد بھی بے شمار ہوگی۔ ایسا نہیں ہوگا جیسے آگے ذکر آرہا ہے۔ فرمایا:

﴿لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ﴿۳۳﴾﴾ ''نہ ٹوٹے ہوئے اور نہ ہی پہنچ سے باہر۔''

آج دنیا میں بعض اوقات دکھاتے کچھ اور ہیں اندر سے نکلتا کچھ اور ہے، دھوکہ اور فراڈ ہے۔ صحیح سلامت چیز نہیں ملتی۔ اسی طرح آج جیسے اچھے اور معیاری پھل غریب کی پہنچ سے دور ہو چکے ہیں یا پھر کسی وادی میں چلے جائیں وہاں پھلوں کے درخت نظر آئیں تو ہم انہیں توڑ نہیں سکتے کیونکہ وہ ہماری پراپرٹی نہیں ہوتی۔ لیکن جنت میں نہ تو پھل خراب ہوں گے اور نہ ہی پہنچ سے دور ہوں گے، یہاں تک کہ یہ درخت جھکے ہوئے ہوں گے۔ بندے کا جب دل چاہے گا تو درخت جھک کر بالکل پاس آجائے گا یا وہ خدام لاکر پیش کر دیں گے۔ آگے فرمایا:

﴿وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ﴿۳۴﴾﴾ ''اور اونچے اونچے بچھونے۔''

یعنی جنتیوں کے تخت ہوں گے، اونچے اور زیب و زینت والے۔ ان پر خوبصورت قالین بچھے ہوں گے اور خوبصورت تکیے ہوں گے جن سے ٹیک لگائے وہ بیٹھے ہوں گے۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ﴿۳۵﴾﴾ ''ان (کی بیویوں) کو اٹھایا ہے ہم نے بڑی اچھی اُٹھان پر۔''

حوروں کو تو اللہ خاص انداز سے پیدا فرمائے گا اور جو جنتی عورتیں ہوں گی ان کو بھی اللہ تعالیٰ ایک نئی اُٹھان عطا فرمائے گا۔ سیرت النبی ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بوڑھی خاتون نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت عطا فرما دے۔ آپ ﷺ نے مزاح کے انداز میں فرمایا: کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ پریشان ہوگئیں اور رونا شروع کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس عورت کو جنت میں داخل کرے گا اُس کو دوبارہ جوانی کی حالت میں داخل کرے گا۔ (ابن ماجہ)۔ یعنی جو عورت دنیا میں رب کی بندگی اختیار کرے گی رب کائنات اُسے نئی اُٹھان کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر جنتی کی عمر 33 برس ہوگی۔ آگے فرمایا:

﴿فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡکَارًا ﴿۳۶﴾﴾ ''پس ہم نے بنایا ہے انہیں کنواریاں۔''

﴿عُرُبًا اَتۡرَابًا ﴿۳۷﴾﴾ ''پیار دینے دلانے والیاں، ہم عمر۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان میں یہ خواہش رکھی ہے اور دنیا میں اس کے لیے نکاح کا بندھن عطا کیا ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کا سامان جنت میں بھی ہوگا اور وہاں حوریں اور جنتی عورتیں نئی اُٹھان کے ساتھ کنواریاں پیدا کی جائیں گی۔ وہ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہوں گی۔ آگے ارشاد فرمایا؛

﴿لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۳۸﴾﴾ ''(یہ سب کچھ ہوگا) اصحاب الیمین کے لیے۔''

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ''جو پہلوں میں سے بھی بہت ہوں گے۔''

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۴۰﴾﴾ ''اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہوں گے۔''

مقربین کے حوالے سے کہا گیا تھا کے وہ اولین میں سے زیادہ ہوں گے اور بعد والوں میں سے کم ہوں گے لیکن دائیں ہاتھ والوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ اولین میں سے بھی ہوں گے اور بعد والوں میں سے بھی۔ بہر حال جنت محض بیٹھے بٹھائے اور صرف تمناؤں سے نہیں ملے گی۔ اللہ کی جنت کو مشقتوں کے ساتھ گھیرا گیا ہے۔ اس کے لیے سچا ایمان بھی لازم ہے اور ایمان کے تقاضوں پر عمل بھی لازم ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنا بھی لازم ہے۔ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ بھی لازم ہے۔ خود اللہ کی بندگی کی کوشش زندگی کے تمام گوشوں میں کرنا اور اُمتی ہونے کے ناطے دین کی دعوت اور دین کے نفاذ کی جدوجہد کی محنت کرنا بھی لازم ہے۔ یہ سب چیزیں ہوں گی اور ساتھ اللہ کی رحمت اور فضل کی طلب بھی ہوگی تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول فرما کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو منہج رسول ﷺ پر چل کر جنت کا سچا طالب بنائے۔ آمین!

پاکستان میں اگر صحیح اسلامی معاشرہ نہیں ہے تو پھر چاہے صدارتی نظام ہو یا پارلیمانی، ملک میں استحکام نہیں آسکتا: ایوب بیگ مرزا

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مطابق صدارتی نظام اگر اسلام کی بنیادی شرائط کے تابع ہو تو پارلیمانی نظام کی نسبت نظامِ خلافت کے قریب تر ہے: رضاء الحق

صدارتی نظام کی بحث ہمارے لیے نان ایشو ہے۔ اسے اچھالنے میں میڈیا کا بڑا کردار ہے: سینیٹر عرفان صدیقی

صدارتی نظام کی بازگشت اور ملکی مسائل کا حل کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان میں وقفے وقفے سے صدارتی نظام کے حوالے سے آوازیں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ اس وقت پورے پاکستان میں یہ بحث شروع ہوگئی ہے یا اس کے پیچھے کوئی قوتیں ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آئین کے مطابق ہمارا نظام پارلیمانی ہے لیکن جب بھی لوگ اس نظام سے مایوس ہوتے ہیں تو صدارتی نظام کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس دفعہ زیادہ زوردار انداز میں یہ آواز اٹھ رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ سوشل میڈیا ہوسکتا ہے۔ پہلے سوشل میڈیا نہیں تھا لیکن اب سوشل میڈیا پر جو بات پھیل جاتی ہے اس کو الیکٹرانک میڈیا بھی لے لیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صدارتی نظام کی آواز کی پشت پر ہمیشہ وقت کی حکومت ہوتی ہے اور اس کی مخالفت ہمیشہ وقت کی اپوزیشن کر رہی ہوتی ہے۔ آج جو اپوزیشن میں ہیں کل جب وہ حکومت میں آئیں گے تو وہ بھی زوردار انداز سے کسی نہ کسی سے یہ بات اٹھوائیں گے اور آج حکومت والے کل اپوزیشن میں صدارتی نظام کی مخالفت کریں گے۔ ابھی حال ہی میں پی ڈی ایم کا اجلاس ہوا جس میں ان کی قیادت نے بڑے زوردار انداز میں صدارتی نظام کی مخالفت کی۔ پی ڈی ایم میں نواز شریف کی حیثیت مرکزی لیڈر کی ہے۔ ماضی میں نواز شریف بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے دو تین دفعہ ملاقات کرنے کے لیے قرآن اکیڈمی تشریف لائے تھے۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحبؒ خود ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے نواز شریف سے ملاقات میں کہا کہ پاکستان میں صدارتی نظام پارلیمانی نظام سے زیادہ مفید ہے۔ جواب میں نواز شریف نے کہا کہ میں صدارتی نظام کا شدت سے حامی ہوں بلکہ اس سے ایک قدم آگے کا سوچتا ہوں کہ صدر کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ اسمبلی ممبران کو خود pick کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج تک ہماری کوئی حکومت ڈلیور نہیں کرسکی۔ اگر کسی حکومت نے عوام کے لیے کچھ بھی ڈلیور کیا ہوتا تو آج عوام کی حالت یہ نہ ہوتی۔ میں نے اپنی طویل زندگی میں کبھی نہیں دیکھا کہ پاکستان کے عوام کبھی کسی حکومت سے مطمئن ہوئے ہوں۔ ایک سے ناراض ہوتے ہیں تو دوسرے کو لے آتے ہیں، دوسرے سے ناراض ہوتے

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہیں تو پھر پہلے کو لے آتے ہیں۔ یعنی ہمارے عوام ہر حکومت سے دو تین سال بعد نالاں ہو جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں عمران خان نے کہا کہ اگر مجھے نکالا گیا تو میں بڑا خطرناک ثابت ہوں گا۔ کوئی خطرناک ثابت نہیں ہوسکتا ہے، نہ عمران خان ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس سے پہلے جانے والے خطرناک ثابت ہوئے ہیں کیونکہ کسی نے ڈلیور نہیں کیا۔ ترکی میں اردگان اس لیے خطرناک ثابت ہوا تھا کہ اس نے ڈلیور کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے عوام ٹینکوں کے سامنے آئے۔ یہاں اس لیے عوام سامنے نہیں آتے کیونکہ انہیں پتا ہے کہ بد جائے گا تو بدتر آجائے گا۔ صورت حال ایسی ہے کہ کوئی بھی عوام کو ریلیف دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ جس طرح کا نظام چل رہا ہے اور بالخصوص معیشت کا جو حال ہے، کسی ماہر معاشیات نے درست کہا ہے کہ اگر یہی نظام چلتا رہا تو کوئی بھی حکومت میں آجائے تیس سال بعد اس سے بدتر حال ہوگا۔ معیشت کے معاملے میں جس طرح ہم پھنس چکے ہیں یا جس طرح ہمیں پھنسالیا گیا ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو پاکستان کے حالات عوام کو ریلیف دینے والے ہیں ہی نہیں۔ اپنی بات تو یہ ہے کہ ہم نہ اپوزیشن میں ہیں اور نہ حکومت میں۔ میں بحیثیت ایک عام پاکستانی یہ محسوس کرتا ہوں کہ صدارتی نظام پاکستان کے لیے واقعتاً بہتر ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں ہوس اقتدار کا معاملہ لوگوں کو ٹکنے نہیں دیتا اور وزیراعظم کو اپنے عہدے کا ہر وقت خدشہ لگا رہتا ہے کہ کچھ ممبر دوسری طرف چلے گئے تو کرسی چھن جائے گی یا پارلیمنٹ میں معاشی بل پاس نہیں ہوا تو وزیراعظم صاحب چلتے بنیں گے۔ یعنی پارلیمانی نظام میں اس طرح کے خدشات کی وجہ سے استحکام نہیں آسکا۔ اس نظام میں ایک اقتدار میں آتا ہے تو دوسرا اس کی ٹانگ کھینچنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لیے تو پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی پاکستان میں حکومتیں بدلتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ پارلیمانی نظام ہمارے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ ایک دفعہ پتا چل جائے کہ یہ حکومت پانچ سال رہے گی تو پھر لوگوں کا طرزِ عمل مختلف ہوگا۔ اسی طرح پارلیمانی نظام میں وزیر اسی کو بنایا جاتا ہے جو پارلیمان کا ممبر ہوگا چاہے وہ اس وزارت کا اہل ہو یا نہ ہو۔ باہر سے کسی کو وزیر بنانا ہو تو اس کے لیے شرط یہ لگائی جاتی ہے کہ وہ چھ ماہ کے اندر اندر پارلیمان کا ممبر بنے اور یہ نئی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے۔ بہرحال پارلیمانی نظام میں اس طرح کی مشکلات ہیں جو صدارتی نظام میں نہیں ہوں گی۔ باقی اصل بات یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں اگر صحیح مسلمان معاشرہ نہیں ہے تو پھر چاہے صدارتی نظام ہو یا پارلیمانی، ملک میں استحکام نہیں آسکتا۔ اصل بات یہی ہے کہ عوام اور بالخصوص حکمران اپنے ملک کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

سوال: صدارتی نظام اور پارلیمانی نظام میں بنیادی فرق کیا ہے؟

رضاء الحق: صدارتی اور پارلیمانی نظاموں میں واضح فرق ذریعہ الیکشن اور منصب ہے۔ پارلیمانی نظام میں عوام اسمبلی ممبران کومنتخب کرتے ہیں اور پارلیمنٹ پھر چیف ایگزیکٹوکومنتخب کرتی ہے جووزیراعظم کہلاتا ہے اوروہ پارلیمنٹ کوجوابدہ بھی ہوتا ہے۔ جبکہ صدارتی نظام میں ڈائریکٹ الیکشن کاتصور ہے۔ جیسے امریکہ میں پہلے ہر پارٹی صدارتی اُمیدوار کے لیے پارٹی کے اندر الیکشن کرواتی ہے ۔ پھران صدارتی اُمیدواروں کے درمیان مقابلہ ہوگا اورعوام براہِ راست ان کوووٹ دیں گے۔جس کواکثریت حاصل ہو جائے گی وہ مملکت کا صدر بن جائے گا۔کئی ممالک میں اس سے ہٹ کربھی طریقہ ہے جیسے چین میں ون پارٹی سسٹم ہے۔ یہ پارٹی اپنے اندر سے صدارتی اُمیدوار کومنتخب کرتی ہے۔کئی ممالک میں تمام لوگ ریفرنڈم کے ذریعے صدر کومنتخب کرتے ہیں۔ دوسرا فرق separation of powers کے اصول کا ہے ۔صدارتی نظام میں انتظامیہ،مقننہ اورعدلیہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ہیڈ آف سٹیٹ اور ہیڈ آف دی گورنمنٹ صدر ہوتا ہے۔وہ اپنی کابینہ جہاں سے مرضی ہوچن کر بنا سکتا ہے۔اس کومقننہ سے چند استثنائی عہدوں کے علاوہ مشاورت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ مقننہ کا کام قانون سازی ہے اور ملک کو چلانا صدر کا کام ہے۔ وہ اپنی ٹیم میں چاہے ٹیکنوکریٹس کولائے چاہے کوئی اور لے آئے۔ وہ مقننہ کوجوابدہ نہیں ہے البتہ اگر وہ حدود کراس کرنا شروع کردے تو اس کو impeach کیا جاسکتا ہے ۔ پھراس کا فکس ٹرم ہوتا ہے لیکن اگر مقننہ اس کو ہٹانا چاہے تو اس کے لیے بڑا لمبا پراسس ہوتا ہے ۔ پارلیمانی نظام میں ہیڈ آف دی گورنمنٹ وزیراعظم ہوتا ہے اور ہیڈ آف دی سٹیٹ صدر ہوتا ہے جو محض رسمی عہدہ ہوتا ہے۔وزیراعظم اپنی کابینہ پارلیمنٹ کے ممبرز کی بناتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کونہیں لاسکتے البتہ کچھ آپشنز ہوتی ہیں کہ کسی کومشیر خصوصی کے طور پرمنتخب کیا جاسکتا ہے۔دوسرا لیول پروہ یونیٹری ہوسکتا ہے یافیڈرل یا کنفیڈرل ہوسکتا ہے۔یونیٹری کا مطلب ہے کہ مرکز کے پاس تمام اختیارات ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ اکائیاں ہوں توان کے پاس بہت کم اختیارات ہوں گے ۔دوسرا فیڈرل نظام ہے جس میں مرکز اور دوسری اکائیاں ہوتی ہیں۔ پاکستان میں صوبے ہیں جن کی اپنی حکومتیں ہیں۔اسی طرح کنفیڈرل نظام ہوتا ہے جس میں مرکز اور اکائیاں ہوتی ہیں لیکن فیڈرل میں صوبوں کے پاس اپنی علیحدہ حاکمیت کا آپشن نہیں ہوتا۔کنفیڈرل میں سب علیحدہ ہوتی ہیں،ان کے پاس اپنی ساورنٹی کا حق ہوتا ہے اوراس کی بنیاد پروہ مرکز کے ساتھ حکومت چلانے کے لیے طریقہ کار وضع کرتی ہیں۔یونیٹری سسٹم برطانیہ اوراٹلی میں ہے۔فیڈرل سسٹم پاکستان اورامریکہ میں ہے۔البتہ انڈیا میں کچھ ہائبرڈ سسٹم ہے۔کنفیڈرل سسٹم پہلے وسطی ایشیائی ریاستوں میں تھا۔اس وقت یورپی یونین اس سے قریب تر ہے۔جہاں تک فوائد کاتعلق ہے توجوفوائد صدارتی نظام کے ہیں اصل میں وہ پارلیمانی نظام کے نقصانات ہوں گے۔ separation of powers کاایک جگہ بہت بڑا فائدہ بھی ہے کہ آپ آزادانہ کام کرسکتے ہیں،ملکی ترقی کے لیے جوبھی کوشش کررہا ہواس کے کام میں کوئی دوسرا ٹانگ نہیں اڑائے گا۔صدارتی نظام کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عوام صدر کا انتخاب کرتے ہیں اس وجہ سے عوام براہ راست حکمران کے ساتھ لنک ہوتے ہیں۔تیسرا فائدہ

> **صدارتی نظام میں ہم کم ازکم نظام خلافت کے قریب تر ہوجائیں گے البتہ صدارتی نظام ہدف نہیں ہے بلکہ دنیوی طور پر ہدف نظام خلافت ہے**

یہ ہوتا ہے کہ صدارتی نظام میں فیصلے جلدی ہوتے ہیں جبکہ پارلیمانی نظام میں لمبے پراسس کی وجہ سے بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔چوتھا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ریاست میں استحکام آتا ہے۔بہت سارے ممالک میں جب صدارتی نظام آیا تووہاں موروثیت اور مافیاز وغیرہ کا خاتمہ ہوا۔اسی طرح صدارتی نظام کے تین بڑے بڑے نقصانات ہیں۔

1۔صدارتی نظام اختیارکلی کی طرف جاسکتا ہے یعنی اس میں آمریت کے خدوخال آنے کے چانسز ہوتے ہیں۔

2۔ایسا ممکن ہے کہ صدرایک پارٹی کا ہواور مقننہ میں دوسری پارٹی کے لوگ ہوں تواس وجہ سے سیاسی کھچاؤ کا ماحول پیدا ہوسکتا ہے اور ملکی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔

3۔کہتے تو ہیں کہ صدر کو impeach کیا جاسکتا ہے لیکن بعض ممالک صدر کا ٹرم بہت لمبا رکھ دیتے ہیں، جیسے چین کا صدر تاحیات تک صدر ہے اور روس کا صدر 2036ء تک صدر رہے گا۔ ایسی لیڈرشپ کو اگر تبدیل کرنے کی ضرورت پڑجائے تو پھر بہت مشکل معاملہ بن جاتا ہے۔

سوال: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ چند شرائط کے ساتھ صدارتی نظام کو پاکستان کے لیے بہتر سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

رضاء الحق: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مساعی اور فکر کوئی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی نہیں ہے۔وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ تنظیم اسلامی کی فکر منصوص،مسنون،ماثور اور معقول ہے۔انسانی زندگی دوگوشوں پر مشتمل ہے۔ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ اجتماعی گوشے میں سیاسی،معاشی اور معاشرتی نظام آتے ہیں۔ ان اجتماعی گوشوں میں قرآن وسنت کی روشنی میں نظام لے کے آنا،اس کے لیے اقامت دین کی جدوجہد کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔اصل بات یہ ہے کہ مقصد صدارتی نظام نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر صاحبؒ کہتے ہیں کہ صدارتی نظام خلافت سے قریب تر ہے۔یعنی موجودہ مروجہ حالات میں نظاموں کا موازنہ کیا جائے تو اس میں صدارتی نظام پارلیمانی نظام کی نسبت خلافت کے نظام سے زیادہ قریب ہے۔البتہ تین شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے یعنی حاکمیت اعلیٰ ومطلقہ صرف اللہ کی ہو، قرآن وسنت کو تمام معاملات میں مکمل بالادستی حاصل ہو اور اسلامی مملکت کی قانون سازی میں غیر مسلم شریک نہ ہوں۔لہٰذا ڈاکٹر صاحبؒ کے نزدیک اصل فوکس اسلام کا نفاذ یاخلافت کا نظام تھا۔صدارتی نظام میں ہم کم ازکم نظام خلافت کے قریب تر ہوجائیں گے البتہ صدارتی نظام ہدف نہیں ہے بلکہ دنیوی طور پر ہدف نظام خلافت ہے۔ صدارتی نظام جب آپ لائیں گے توگویا نظام خلافت کی طرف ایک قدم بڑھے گا۔

سوال: اس وقت پاکستان میں صدارتی نظام کے خواہشمند کون لوگ ہیں اور الیکٹرانک میڈیا پرصدارتی نظام کے حق میں اشتہاری مہم کس کی ایماء پر چل رہی ہے؟

عرفان صدیقی: اس معاملہ کومہم کا رنگ دینے میں میڈیا کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔اطلاعات کے مطابق امریکہ میں ایک شخصیت ہیں جو انفرادی طور پر یہ سب کچھ کررہے ہیں۔انہوں نے سپریم کورٹ کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا جہاں سے یہ ساری صورت حال مسترد ہوگئی۔میڈیا نے احتیاط نہیں کی اوراس موضوع کو اتنا اچھالنا اور کھنگالنا شروع کردیا کہ اب ہرطرف کوئی دوسرا موضوع نظر نہیں آرہا۔ سینٹ میں بھی کچھ بہت سینئر لوگوں نے کہا کہ ہم سینٹ کے اندر ایک قرارداد لانا چاہتے ہیں کہ صدارتی نظام کسی صورت قابل قبول نہیں ہے۔میں نے کہا کہ ضرور لے کے آیئے لیکن میری ذاتی رائے ہے کہ اس معاملے کومت اچھالیں کیونکہ یہ ایک نان ایشو ہے۔اگر کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ایشوز سے ہٹ کرنان ایشو پر بات کریں تو پھر آپ ضرور کریں۔لیکن اگر سینٹ سے قرارداد آئے گی توکیا حکومت بھی اس کی حمایت کرے گی اور متفقہ ایک قرارداد منظور ہوجائے گی لیکن اس سے آپ اس مسئلہ کو

عالمی ایشو بنادیں گے۔ ہمارے ہاں عملاً 30، 35 سال صدارتی نظام رہا ہے لیکن یہ نظام کبھی جمہوری شکل میں نہیں آیا، یعنی عوام کے ووٹوں سے نہیں آیا۔ ہمیشہ آمروں نے اس نظام کو پسند کیا۔ ہر صدارتی نظام کا ٹانکا مارشل لاء سے جڑا ہوا ہے اور عوام نے کبھی بھی صدارتی نظام کی حمایت نہیں کی۔ آمر جب آ گئے اور انہوں نے اپنا تحکم قائم کر لیا تو کسی نے ریفرنڈم کے ذریعے کیا، کسی نے پی سی او جاری کر دیا۔ تو اس طرح کے کرتب کاری سے یہ نظام چلتا رہا ہے لیکن عوام کی امنگوں کی مطابق یہ نظام کبھی نہیں آیا۔ یہ کوئی ایشو نہیں ہے بلکہ اصل ایشوز سے توجہ ہٹانے کی ایک کوشش ہے۔ کیونکہ مہنگائی، بے روزگاری، مسئلہ کشمیر، پاکستان کی تنہائی اور ڈوبتی ہوئی معیشت جیسے ایشوز اس وقت موجود ہیں۔ اگر ان کو چھوڑ کر ہم صدارتی نظام کی بحث میں پڑیں گے تو یہ عوام اور جمہوری نظام کی حق تلفی ہوگی۔

سوال: 74 سال گزرنے کے بعد بھی ہم ابھی تک اس بحث میں کیوں اُلجھ جاتے ہیں کہ پاکستان میں پارلیمانی نظام ہونا چاہیے یا صدارتی نظام ہونا چاہیے؟

عرفان صدیقی: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک مضبوط، مستقل، مستحکم، غیر متزلزل قسم کا جمہوری نظام ٹکنے نہیں دیا گیا۔ پاکستان بننے کے تقریباً 23 سال بعد یہاں عام انتخابات ہوئے لیکن ان کے نتائج کو بھی تسلیم نہیں کیا گیا اور ملک ٹوٹ گیا۔ جب ایک جمہوری پارلیمانی نظام میں اس طرح رخنے آتے رہیں، سفر ٹوٹتا رہے، جھٹکے لگتے رہیں تو پھر ایک بے یقینی کی کیفیت رہتی ہے۔ اس لیے یہ بحثیں چلتی رہیں گی شاید آئندہ بھی چلتی رہیں گی۔ حالانکہ ہمارے پڑوس میں بھارت بھی ہمارے ساتھ ہی آزاد ہوا لیکن وہاں اس طرح کی بحثیں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ وہاں انہوں نے 74 سال تک جیسی بھی جمہوریت تھی اس کو قائم رہنے دیا ہے۔

سوال: اگر صدارتی نظام کی مہم آگے بڑھتی ہے تو کیا یہاں صدارتی نظام ممکن بھی ہے؟ اگر ہے تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

عرفان صدیقی: اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ یہ مہم آگے بڑھے گی بلکہ اگلے چند دنوں میں یہ ختم ہو جائے گی۔ یہاں صدارتی نظام کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس نظام کا پودا جس کھیتی میں پھوٹتا ہے یہ وہ کھیتی نہیں ہے۔ یہاں ہمارے چار صوبے وفاق کی اکائیاں ہیں انہوں نے اپنی خوشدلانہ مرضی کے ساتھ پاکستان کو قائم رکھا ہوا ہے اور وہ جمہوری پارلیمانی نظام اور وفاق کا حصہ ہیں۔ اگر وفاق اپنا پیرہن اور چولہ بدل لیتا ہے اور وہ کوئی نیا نظام لانے کی کوشش کرتا ہے تو یہ وفاق پر منحصر ہوگا کہ وہ اکائیاں اس کا حصہ بنتی ہیں یا نہیں بنتی۔ اس وقت کوئی ایک اکائی بھی صدارتی نظام نہیں چاہتی۔ پھر ہمارے آئین میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عدالتیں فیصلے دے چکی ہیں کہ پاکستان کے آئین کی چند بنیادی چیزیں ہیں: عدلیہ کی آزادی، اسلامک قواعد و ضوابط اور جمہوری پارلیمانی نظام۔ عدالتیں کہہ چکی ہیں کہ اس بنیادی ڈھانچے کو پارلیمنٹ بھی نہیں چھیڑ سکتی۔ البتہ اگر آپ نے آئین بدلنا ہے اور صدارتی نظام کی طرف جانا ہے تو آپ کو نئی دستور ساز اسمبلی کا انتخاب کرانا پڑے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ نیا دستور لے کر آئے۔

ایوب بیگ مرزا: مجھے عرفان صدیقی صاحب کی تین باتوں سے اختلاف ہے اور اختلاف ہر آدمی سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک انہوں نے کہا کہ پاکستان کی ہر اکائی کو صدارتی نظام سے اختلاف ہے حالانکہ ہم نے کب جائزہ لیا ہے کہ ان اکائیوں کو صدارتی نظام پسند ہے یا نہیں پسند۔ یعنی بعض صوبوں کے عوام اور لیڈر بھی صدارتی نظام کے شدت سے حامی ہیں۔ دوسرا یہ کہ جو تیس پینتیس سال صدارتی نظام آزمانے کی بات کی جاتی ہے تو وہ فوجی آمروں کے ادوار تھے جنہوں نے صدر کا لبادہ اوڑھ لیا تھا ورنہ پاکستان میں صدارتی نظام تو خالص شکل میں ایک دن کے لیے بھی نہیں آزمایا گیا۔ تیسرا انہوں نے کہا کہ اس وقت پاکستان تنہائی کا شکار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان کو بعض ممالک میں سہولت حاصل ہوئی ہے۔ کچھ ممالک کے قریب آیا ہے۔ مثلاً چین کے بہت قریب آیا ہے۔ روس کے صدر پیوٹن نے پہلی دفعہ چند دن پہلے عمران خان سے بات کی ہے۔ روسی وزیر خارجہ پاکستان آئے حالانکہ پاکستان اور روس کی پہلے بڑی دشمنی ہوتی تھی۔ فروری میں پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان چین کا دورہ کر رہے ہیں اور وہاں امکان ہے کہ صدر پیوٹن کے ساتھ ان کی ملاقات ہوگی۔ پھر ایران کے ساتھ بھی بہت اچھے تعلقات ہیں۔ اسی طرح ہمارے سعودی عرب سے تھوڑی دیر کے لیے تعلقات خراب ہوئے تھے لیکن اب وہ اپنی جگہ پر آ گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خارجی سطح پر پاکستان تنہائی کا شکار نہیں ہے۔

سوال: اس وقت دنیا کا ٹرینڈ یہ ہے کہ پارلیمانی نظام کا اختیار کلی نظام کی طرف جھکاؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

رضاء الحق: پاکستان میں سیاستدانوں کے اپنے مفادات پارلیمانی نظام سے منسلک ہیں۔ مغرب سے وابستہ ہوتے ہیں لیکن نظریاتی طور پر پاکستان کو پچھلی پون صدی میں جو چیز حاصل کرنی چاہیے تھی وہ حاصل نہیں کر سکا جس کی بہت ساری وجوہات بتائی جا رہی ہیں کہ آمریت رہی، صدارتی نظام رہا حالانکہ اس میں بھی آمر نے اقتدار پر قبضہ کر کے صدر کا لبادہ اوڑھ لیا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود پارلیمانی نظام کو مشرف کے بعد کافی وقت ملا اس کو اب تک استحکام مل جانا چاہیے تھا۔ لیکن پارلیمانی نظام کے تحت رہتے ہوئے ہمارا آئین منافقت کا پلندہ بن چکا ہوا ہے۔ اب جبکہ ہمارا ہدف اسلامی نظام ہے تو ہمیں اس طرف جانا ہے۔ لہٰذا صدارتی نظام اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں زیادہ فائدہ دے سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی پاکستان میں صدارتی نظام نافذ کرنا بھی چاہے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا اور کیا یہ پاکستان کے لیے مفید اور فیزایبل بھی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جیسا کہ عرفان صدیقی صاحب نے کہا کہ پاکستان میں صدارتی نظام نافذ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ پاکستان کا آئین بنیادی طور پر پارلیمانی نظام کے لیے بنا ہے لہٰذا اس آئین کو برقرار رکھتے ہوئے صدارتی نظام نہیں آ سکتا۔ آئینی ترمیم سے بھی نہیں آ سکتا بلکہ اس کے لیے پورا آئین ختم کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ صدارتی نظام ہمارے آئین کے ڈھانچہ کے خلاف ہے اور عدلیہ کے الفاظ ہیں کہ کوئی ترمیم آئین کے ڈھانچے کے خلاف نہیں کی جا سکتی۔ اصل میں ہمارا گول صدارتی طرز حکومت نہیں ہے بلکہ یہ نظام خلافت کے لیے پہلا قدم ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کم از کم پہلا قدم تو اٹھے۔ صدارتی نظام آئے لوگوں کو اس کے فوائد حاصل ہوں اور پھر ہم نظام خلافت کی طرف بڑھیں۔ اہم ترین بات یہ کہ ہمارے لیے آئین کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے، ہمارے لیے اصل شے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے، ہمارے لیے اصل شے اللہ کا دیا ہوا نظام ہے۔ اگر دیانتداری سے یہ مقصد ہو کہ ہم نے نظام خلافت لانا ہے اس کے لیے پہلا قدم صدارتی نظام قائم کرنا ہے تو اس کے لیے ہم ایک ہزار آئین قربان کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے حقیقی نظام خلافت قائم کرنے کی نیت ہو ایسا نہ ہو کہ چونکہ ہمارے مفادات اس سے ٹکراتے ہیں بلکہ جو اللہ کا حکم ہے اس کے مطابق نیا آئین بن جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ہمارا اصل دنیوی مقصد نظام خلافت ہے اور ہماری اخروی منزل اللہ کو راضی کرنا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا نظام نافذ نہ ہو۔

❀❀❀

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

یومِ یکجہتی کشمیر

نعیم اختر عدنان

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی 5 فروری کا دن اہل پاکستان کشمیری بھائیوں کے ساتھ اپنی حمایت اور یکجہتی کے اظہار کے لیے منا رہے ہیں۔ حالانکہ اس مقصد کی خاطر ریاست پاکستان نے الگ سے ایک ''کشمیر کمیٹی'' بھی بنا رکھی ہے۔ کبھی نوابزادہ نصراللہ خان جیسے لوگ اس کمیٹی کو رونق بخشتے، تو کسی زمانے میں مولانا فضل الرحمن تھے۔ موجودالوقت کشمیر کمیٹی کے سربراہ شہریار آفریدی ہیں۔ جنہیں اور بھی غم ہیں محبت کے سوا کے مصداق دیگر جھمیلوں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ چنانچہ امور کشمیر سے ان کی دلچسپی کیونکر ہو سکتی ہے۔ کشمیر کے لوگ طویل عرصہ سے غلامی کی زندگی گزارنے اور ظلم و بربریت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ایک جانب وادی جنت نظیر کے خوبصورت لوگ ہیں جو غاصبوں، لٹیروں، ملک گیروں اور جارحوں کے پنجہ خونیں کا شکار ہیں تو دوسری جانب محکوم و مظلوم کشمیری مسلمانوں نے بے شمار اور لازوال جانی و مالی قربانیاں دیتے ہوئے اپنی آزادی کی شمع کو اپنے خون سے روشن رکھا ہوا ہے۔ ہندوستان کی تقسیم سے پہلے بھی اہل کشمیر ڈوگرا راج، سکھا شاہی اور برطانوی استعماری طاقتوں کے مظالم کا شکار رہے۔

پاکستان اور بھارت کے نام سے دو علیحدہ ممالک کے قیام کے بعد بھی کشمیری کے مسلمانوں کے مقدر کا ستارہ دمکنے چمکنے سے نہ صرف محروم ہی رہا بلکہ ان کے شب و روز مزید تاریک اور ناگفتہ بہ ہی رہے۔ جب سے برطانوی سامراج نے ریاست جموں کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کیا تب سے اب تک کشمیری قوم اپنی آزادی کی جنگ لڑنے میں مصروف عمل ہیں۔ علامہ محمد اقبال جو خود بھی کشمیری الاصل ہیں، نے اہل کشمیر کی زبوں حالی پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ایک لافانی شعر کہا تھا۔

دہقان و کشت و جو و خیاباں فروختند
قومے فروختند چہ ارزاں فروختند

اس وقت دنیا میں اگرچہ انسانی حقوق کا بہت شور ہے مگر عملاً مسلمانوں کو انسانی حقوق کے دائرہ کار سے باہر ہی رکھا جاتا ہے چنانچہ عراق ہو یا شام، لیبیا ہو یا میانمار فلسطین یا کشمیر ہر جگہ مسلمان اس شعر کا مصداق بن چکے ہیں۔

ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

امت مسلمہ کے پاس ہر قسم کے مادی وسائل، افرادی قوت اور بہترین محل وقوع سمیت بہت کچھ ہے۔ جبکہ پاکستان تو اسلامی دنیا کی واحد اور دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت بھی ہے۔ مگر مسلم ممالک اپنے مظلوم اور مقہور مسلمانوں کی نصرت و اعانت کے لیے جہاد کا علم بلند کر کے انہیں ظالم و جابر اقوام کی غلامی سے نجات دلانے کے قرآنی فرمان ''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں سے نجات نہیں دلاتے۔'' اس حکم الٰہی پر عمل کی بجائے مسلم دنیا کے حکمران طبقات اور اشرافیہ نے محض دنیاوی مفادات کی خاطر عالم کفر کی زلف گرہ گیر کے اسیر بن کر غلامی کی۔ زنجیروں ہی کو اپنا زیور سمجھ لیا ہے۔ اسی صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے انقلابی شاعر حبیب جالب نے کیا خوب عکاسی کی ہے۔

تو کہ ناواقف آداب شہنشاہی تھی
رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے
تجھ کو انکار کی جرأت جو ہوئی تو کیونکر
سایۂ شاہ میں اس طرح جیا جاتا ہے
طبع شاہانہ پہ جو لوگ گراں ہوتے ہیں
ہاں انہیں زہر بھرا جام دیا جاتا ہے

اس وقت جبکہ ہم کشمیری عوام سے اظہار یکجہتی کر رہے ہیں وطن عزیز میں قبلہ عمران خان کی حکمرانی قائم ہے جبکہ بھارت میں نریندر مودی براجمان ہے، اس عہد پُر آشوب میں کشمیر کی آزادی و خودمختاری کی منزل مزید دور بلکہ دشوار تر کر دی ہے۔ چنانچہ کشمیر کی موجودہ صورت حال پر علامہ اقبال کے یہ دعائیہ کلمات ہی برمحل بھی محسوس ہوتے ہیں اور موزوں بھی

توڑ اس دست جفا کیش کو یا رب جس نے
روح آزادی کشمیر کو پامال کیا ہے

اور

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر

برصغیر کی تقسیم کے وقت ریاست جموں کشمیر پانچ اہم علاقوں پر مشتمل تھا جن میں (1) وادیٔ کشمیر (2) جموں (3) لداخ (4) گلگت (5) بلتستان شامل ہیں۔ اس پورے خطہ کشمیر میں مسلمان آبادی 77 فیصد کی بھاری اکثریت کی حامل تھی مگر مہاراجہ ہری سنگھ نے ریاست کشمیر کا پاکستان سے الحاق نہ کیا اور بھارتی افواج نے کشمیر پر بزور طاقت قبضہ کر لیا۔ بھارت کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا تھا مگر اب اس نے کشمیر کی خصوصی و متنازعہ حیثیت کو ختم کر کے کشمیر کو باقاعدہ بھارت کا حصہ بنا لیا ہے۔ بھارتی حکمرانوں نے قبل ازیں یہی گھناؤنا کھیل حیدرآباد اور جوناگڑھ کی ریاستوں میں بھی کھیلا تھا۔ ریاست حیدر آباد پر فوج کشی کے ذریعے اسے بھارت میں ضم کر دیا اسی طرح مغربی بھارت میں واقع ریاست جوناگڑھ پر بھی فوجی تسلط قائم کر کے اسے بھی کا حصہ بنا دیا گیا۔ اب آتے ہیں کشمیر کے بارے میں پاکستان کی زبانی کلامی موقف پر اگرچہ بانیٔ پاکستان قائد اعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا مگر پون صدی کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بحیثیت قوم ہم نے کسی پیش قدمی کی بجائے رجعت قہقری ہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اہل کشمیر کو اپنے ہی زور بازو اور اپنے ہی خون سے اپنی آزادی و خودمختاری کی منزل حاصل کرنا ہوگی۔ ان شاءاللہ آزادی کشمیر کی منزل ہے۔ ایک نہ ایک دن یہ تحریک آزادی ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگی، مگر بقول شاعر

سب نقش ہیں ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

آخر میں علامہ اقبال کا یہ جرأت مندانہ اور ولولہ انگیز پیغام انسانیت کے نام ہے

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتش چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا بنت زید (53)

فرید اللہ مروت

عاتکہ بنت زید پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی صحابیہ تھیں اور ان کا تعلق قریش کے خاندان عدی سے تھا۔

نام ونسب

نام عاتکہ رضی اللہ عنہا، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی۔

جلیل القدر صحابی حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید (یکے از اصحاب عشرہ مبشرہ) ان کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ مشہور صحابیہ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب ان کی چچا زاد بہن اور بھاوج تھیں۔

(سیرت رسول اللہ، محمد ابن اسحاق)

ابتدائی زندگی

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے والد زید بن عمرو ان لوگوں میں سے تھے جو زمانہ جاہلیت میں ہی توحید کے قائل تھے۔ زید کو حضور ﷺ کی بعثت سے چند سال قبل 605ء میں کسی دشمن نے قتل کر ڈالا تھا اور عاتکہ یتیم ہو گئی تھیں۔

قبولِ اسلام اور ہجرت

سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین وجمیل اور خوش اخلاق تھیں۔ انہوں نے مکہ معظمہ میں اسلام قبول کیا اور دیگر مسلمان خواتین کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی تو سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے قریب رہتے ہوئے ہدایت الٰہی کے چشمے سے سیراب ہو سکیں۔

سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا بڑی فصیح وبلیغ شاعرہ خاتون تھیں، بلکہ انہیں عرب شعراء میں بڑا بلند مقام حاصل تھا۔ مرثیہ کہنے میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی، ان کی یہ خوبی اس وقت آشکار ہوئی جب انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے فوت ہونے والے خاوندوں کے بارے میں فصاحت و بلاغت کے شاہکار مرثیے کہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بڑی حسین وجمیل اور عبادت گزار خاتون تھیں۔

پہلی شادی

ان کی پہلی شادی زید رضی اللہ عنہ بن خطاب سے ہوئی جو اسلام لا چکے تھے اور ان سے عمر میں بڑے تھے۔ ان کی معیت میں عاتکہ نے مدینہ منورہ کی جانب 622ء میں ہجرت کی تھی۔ بعد میں دونوں کے درمیان طلاق ہو گئی۔ دسمبر 632ء میں جنگ یمامہ میں زید شہید ہو گئے۔

(الاصابہ، حافظ ابن حجر عسقلانی)

دوسری شادی

ان کی دوسری شادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد تک کو ترک کر دیا تھا۔ وہ بھی شوہر پر جان چھڑکتی تھیں اور ہمیشہ ان کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتی تھیں۔

(الاصابہ، جلد 8)

چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے کے لیے مجبور نہیں کیا تھا، اس لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔ پہلے تو وہ کچھ عرصہ ٹالتے رہے لیکن جب والد ماجد کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو انہوں نے حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو ''ایک'' طلاق دے دی۔ لیکن بیوی کے فراق نے انہیں نڈھال کر دیا اور انہوں نے یہ شعر کہے:

اعاتك لا انساك ماذر شارق
وما ناح قمر ي الحمام المطوق
اعاتك قلبي كل يوم و ليلة
اليك بما تخفي النفوس معلق
ولم ارمثلي طلق اليوم مثلها
ولا مثلها في غير جرم تطلق
لَهَا خلقٌ جَزْلٌ وَرَأْیٌ وَمَنصَبٌ
وَخَلقٌ سَوِیٌ فِی الحَیَاءِ وَمَصْدَقٖ

(الاصابہ، جلد 8)

''اے عاتکہؓ! جب تک بادِ صبا چلتی ہے اور گلے میں پڑی گانی (ہار) والی فاختہ نوحہ کناں ہے، میں تجھے نہیں بھول سکتا۔ اے عاتکہؓ! جب تک مسافروں کے قافلے کوچ کا ارادہ رکھتے ہوں اور آسمان پر ستارے روشن ہوں، میں تجھے نہیں بھول سکتا۔ اے عاتکہؓ! میرا دل ہر دن ہر رات تیری طرف معلق رہتا ہے۔ میں نے آج تک اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا جس نے اُس جیسی کو طلاق دی ہو اور نہ اسی جیسی دیکھی جسے بغیر جرم کے طلاق دی گئی ہو۔ اس کی اچھی عادت اور عمدہ رائے اور اچھی سیرت تھی۔ وہ سچ بولنے والی تھی۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل تھے، جب رات کو ان کے کانوں تک یہ اشعار پہنچے تو انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رجعت کرنے کی اجازت دے دی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور خوشی میں اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔ اور حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو رجوع کی بشارت دینے کے لیے روانہ ہوئے۔

اس کے بعد وہ ہر غزوے میں شریک ہونے لگے۔ طائف کے محاصرے میں ایک دن وہ دشمن کی طرف سے آنے والے ایک تیر سے سخت زخمی ہو گئے۔

اگرچہ یہ زخم اس وقت تو مندمل ہو گیا لیکن تیر کا زہر اندر ہی اندر کام کرتا رہا۔ سرور عالم ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد شوال 11 ہجری میں یہ زخم عود کر آیا اور اسی کے صدمہ سے حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے وفات پائی۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا، مرحوم خاوند کی طرح وہ بھی شعر وشاعری میں درک رکھتی تھیں۔ اس موقع پر انہوں نے ایک پُر درد مرثیہ کہا جس کے کچھ اشعار یہ ہیں: (طبقات ابن سعد، جلد 8)

رزئت بخير الناس بعد نبيهم
وبعد ابى بكر و ما كان قصرا
فاليت لاينفك عني حزنية
عليك ولا ينفك جلدي اغبرا

فلله عينا من رأي مثله فتى
اكرو احمي في الهياج و اصبرا
اذا شرعت فيه الاسنة خاضها
الي الموت حتى يترك الرمح احمرا

"مجھے نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کے بعد سب سے بہتر انسان کی جدائی کا صدمہ پہنچا ہے جو کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ میری آنکھوں سے غم کے آنسو ختم نہ ہوں گے اور میرا جسم گرد آلود ہی رہے گا۔ جب تک درختوں کے جھنڈ میں فاختہ گاتی رہے گی اور جب تک روشن صبح رات کو دھکیلتی رہے گی۔ میری آہ وزاری جاری رہے گی۔ اللہ کی قسم! کوئی آنکھ ایسی نہیں جس نے اس جیسا کوئی جوان دیکھا ہو۔ جب جنگ میں نیزے حرکت میں آتے ہیں تو یہ موت کی وادی میں گھس جاتا ہے، حتیٰ کہ نیزے کو سرخ حالت میں چھوڑتا ہے۔"

تیسری شادی

جب انہوں نے عدت پوری کر لی تو کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عاتکہ ؓ سے نکاح کر لیا۔ اس سے قبل انہوں نے شادی اور دنیاوی زندگی سے خود کو کنارہ کش کر لیا تھا۔ مگر ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ نے انہیں ایسا نہ کرنے کی تاکید کی۔ حضرت عمر فاروق ؓ سے بھی ان کی وفاداری اور محبت ہمیشہ مثالی رہی۔

(الاصابہ، جلد 8)

حضرت عمر ؓ سے عاتکہ کو ایک بیٹا ہوا جن کا نام ایاد رکھا گیا۔ شادی کے بعد عاتکہ ؓ نے حضرت عمر ؓ سے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت مانگی اور عمر خاموش رہے کیونکہ جس چیز کی اجازت خود نبی کریم ﷺ دے چکے تھے حضرت عمر ؓ اس سے کیسے منع کر سکتے تھے؟ لہٰذا حضرت عاتکہ ؓ مسجد جا کر نماز ادا کرتی تھیں۔

644ء میں حضرت عمر فاروق ؓ نے شہادت پائی۔ اس موقع پر بھی انہوں نے ایک دردناک مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

من لنفس عادها احزانها
ولعين شفها طول السهد
وجسد لفف في الكفانه
رحمة الله علي ذاك الجسد
فيه تفجيع لمولي عارم
لم يدعه الله يمشي بسبد

"وہ کون ہے جس کے دل پر غم ٹوٹ پڑے اور اس کی آنکھ کو طویل بیداری نے چھوٹا کر دیا۔ وہ جسم جسے کفن میں لپیٹ دیا گیا اللہ کی اس جسم پر رحمت ہو۔ اس میں تکلیف پہنچی ہے ایک مقروض غلام کو، جس کے پاس اللہ نے کچھ نہ چھوڑا، تاکہ وہ کنگال چلے۔"

(تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی)

چوتھی شادی

حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد حضرت عاتکہ ؓ کا نکاح حواری رسول حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوا۔ شادی میں انہوں نے دو شرطیں رکھیں۔ ایک یہ کہ زبیر انہیں ماریں گے نہیں، ان کے حقوق سلب نہیں کیے جائیں گے اور دوسرے یہ کہ انہیں مسجد جانے کی اجازت ہوگی۔

(تاریخ الرسل.....ابن جریر طبری)

حضرت زبیر ؓ نے 656ء میں جنگ جمل کے موقع پر شہادت پائی۔ حضرت عاتکہ ؓ فرط غم سے نڈھال ہو گئیں اور بے اختیار ان کی زبان پر یہ مرثیہ جاری ہو گیا:

غدر ابن جرموز بفارس بهمة
يوم اللقاء وكان غير معرد
يا عمرو! لونبهة لوجدتهٔ
لا طائشار عش الجنان ولا اليد
اِنّ الزبير لذو بلاء صادق
سمع ، سَجِيتهٔ كريم المشهد
كم غمرة قد خاضها لم يثنه
عنها طرادك ياابن فقع القردد
فاذهب فما ظفرت يداك بمثله
فيهن مضي ممن يروح و يغتدي

ان کے سابقہ تمام شوہر شہید ہوئے تھے اور یہ مشہور ہو گیا تھا کہ جسے شہادت کا درجہ پانا ہو وہ عاتکہ ؓ سے شادی کر لے۔ چنانچہ حضرت علی ؓ بن ابی طالب نے ان سے شادی کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اے برادر نبی، میں آپؓ کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

(Ali Ibn Abi Talib (Vols:2) by Dr. Ali M.Sallabi)

پانچویں شادی

حضرت عاتکہ ؓ نے حضرت علی ؓ سے تو شادی نہیں کی البتہ ان کے بیٹے حسین بن علی ؓ سے شادی کر لی۔ حضرت حسین ؓ ان سے تقریباً 25 برس چھوٹے تھے اور اتفاق یہ کہ واقعہ کربلا میں اکتوبر 680ء میں انہیں بھی شہادت نصیب ہوئی البتہ حضرت عاتکہ ؓ کا انتقال ان سے قبل ہی ہو چکا تھا۔

(Aishah, The Beloved of Mohammed)

وفات

حضرت عاتکہ ؓ کا انتقال 672ء میں ہوا۔

سیدہ عاتکہ ؓ نے بظاہر کامیاب زندگی بسر کی لیکن یکے بعد دیگرے بڑے بڑے صدموں سے دوچار ہونا پڑا۔ انہیں اپنے باپ کی وفات اور خاوندوں کی شہادت کے صدمات سہنے پڑے، لیکن یہ اللہ کی مشیت اور اس کا فیصلہ تھا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کو برضا و رغبت تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کائنات میں صرف اسی کا امر کارفرما ہے۔ اس کے حکم کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٩﴾ (التکویر) "اور اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر تم (کچھ بھی) نہیں چاہ سکتے۔"

اللہ تعالیٰ حضرت عاتکہ ؓ اور دوسری صحابیات اور صحابہ کرام ؓ پر اپنی رحمتیں برسائے اور انہیں اپنی خوشنودی سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

❁ ❁ ❁

ضرورت رشتہ

☆ مذہبی گھرانے کے فرزند، عمر 25 سال، تعلیم بی ایس سی، گورنمنٹ ملازم قد "7 .'5 کے لیے لاہور سے تعلیم یافتہ، شرعی پردہ کی پابند بیٹی کا رشتہ درکار ہے (شادی بیاہ کی مروجہ رسومات، جہیز، برات سے مکمل اجتناب کے ساتھ)

برائے رابطہ: 0331-4567909

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم فل بائیوٹیکنالوجی، قد "2 .'5، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0306-4506802

کارواں گم کردہ منزل

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کیا عجب افراتفری بپا ہے۔ اپنا ہی ملک فتح کرنے کو شرق تا غرب مارچ ہو رہے ہیں۔ اب یہ پاکستان سے بڑھ کر دھرنستان بن گیا ہے۔ جس کے موجد اعلیٰ عمران خان اور ان کے ایمپائر تھے جن کی انگلی کے اشارے پر سیاست ناچتی رہی۔ سبھی کچھ روا ٹھہرا۔ بلاول اپنا میلہ لے کر اسلام آباد کی کرسی الٹنے چلے ہیں۔ پی ٹی آئی، گھوٹکی سے کراچی جانے کو ہے، کیونکہ اسد عمر کہتے ہیں کہ سندھ 14 سال سے ڈاکو چلا رہے ہیں۔ آپس کی دھینگا مشتی میں یہ ایک دوسرے کے راز فاش کر دیتے ہیں۔ سبھی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جو باریاں لگا کر عوام کی چٹنی بنا کر چٹخارے لیتے ہیں۔ ایک ''خوشخبری'' روزانہ ہی کی بنیاد پر چلتی ہے کہ آج پٹرول کی قیمت اتنی اور بڑھا دی گئی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آپ جب کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو ایک، مان نہ مان میں تیرا مہمان حصہ بٹورنے ہر دسترخوان پر (گرتی معیشت کا) بھبھوت ملے آ بیٹھتا ہے۔ یہ ایف بی آر اور اس کے پیچھے دانت نکوستا ہیولا ہے آئی ایم ایف کا۔ اشیائے خوردنی پر ٹیکس کی صورت، روٹی ڈبل روٹی ہر شے سے یہ ہمارے نوالے (20،30 روپے اضافی) چھین رہے ہیں۔ لوٹ مار کا یہ بے رحمانہ نظام معاشی سطح پر یہ گل کھلا رہا ہے اور سیاسی سطح پر جمہوری بھوت ہمارا منہ چڑا رہا ہے:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری!

عمران خان بوکھلائے بیانات دیتے رہتے ہیں۔ ''ریاست مدینہ''، ''صادق، امین'' اصطلاحوں پر ہمیں شرمسار کرتے رہے۔ اب اسی کے ساتھ یہ بھی جوڑ رہے ہیں کہ ''چینی ماڈل معاشی خوشحالی اور غربت ختم کرنے کو اپنایا جائے۔'' اگرچہ پی ٹی آئی کا چینی ماڈل (جہانگیر ترین والا)، آٹا ماڈل، کھاد ماڈل، بجلی گیس پیٹرول ماڈل ہم بھگت رہے ہیں، مزید ''چینی'' کیا کریں گے! ریاست مدینہ والی خوشحالی تو وہ تھی کہ زکوٰۃ دینے نکلیں تو زکوٰۃ لینے والا نہ ملے۔ جبکہ جعلسازیوں کے ہاتھوں ہمیں صرف نعرے ملے، بڑھکیں لگیں، دھواں دھار تقریریں، قوم کا پیسہ سستی شہرت کے اشتہاروں کے لیے اندھے کی ریوڑیاں بن کر بٹا۔ نتیجہ ڈھاک کے وہی تین پات۔ جو ہم نے سنا تھا وہ آج سچ ہو گیا:

اگلے دن کچھ ایسے ہوں گے
چھلکے پھلوں سے مہنگے ہوں گے
ننھی ننھی چیونٹیوں کے بھی
ہاتھی جیسے سائے ہوں گے
لوگ اسے بھگوان کہیں گے
جس کی جیب میں پیسے ہوں گے!

سیاست چونکہ کروڑوں کا کھیل ہے سو اس وقت یہ سارے بھگوان ہی پٹھو گرم کھیل رہے ہیں۔ نوجوان قوم کا سرمایہ، ملک کے سہانے مستقبل اور ترقی کی نوید ہوا کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان میں جنہوں نے ہراول دستے کا کام کیا، وہ کہاں ہیں؟ دو سال سے کورونا لہروں میں ڈوبتے ابھرتے تعلیم آن لائن میں خراٹے لیتے رہے۔ اب پھر تعلیمی ادارے بند اور پی ایس ایل کھلا۔ کرکٹ کی آڑ میں فحش ناچ گانے، جوا، منشیات وغیرہ وغیرہ رواں دواں ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ بڑے اہتمام اور منصوبہ بندی سے ملک کو کھوکھلا کیا جا رہا ہے۔

اب ذرا دنیا کے نقشے پر نگاہ ڈالیں تو آئے روز کوئی نہ کوئی مسلم خطہ سامنے آتا ہے جہاں مسلم دشمنی کا دور دورہ ہے۔ اب باری ہے یوکرائن کی جہاں 20 لاکھ مسلم آبادی خطرات میں گھری ہے۔ روسی جنگی تیاری کے پیش نظر 75 ہزار یہودیوں کو یہاں سے نکال لے جانے کے انتظام ہو رہے ہیں، مسلمانوں کا والی وارث کوئی نہیں۔ یہ یہودی کہاں آباد ہوں گے؟ مزید فلسطینی اجاڑ کر پناہ گزین کیمپوں میں پھینکے جائیں گے اور یوں یوکرائن کی جنگ میں مسلمان دونوں جگہ ہی پسیں گے! 59 مسلمان ممالک میں ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔ امیر مسلم ممالک کہاں ہیں؟ سلطان برونائی جو دولت کی ریل پیل میں ضرب المثل ہیں ان کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے۔ ہم تو اپنے ہاں پے در پے بڑے بڑوں کی اولادوں کی مبذرانہ مسرفانہ شادیوں پر ملول رہے، یہاں (حسب دولت) ہیرے جواہرات بھرے تاجوں کی نمائش کچھ کم نہیں۔ یہ اَن پڑھ جوڑے نہیں کہ مال کا مصرف نہ جانتے ہوں، برطانیہ، کینیڈا سے پڑھ لکھ کر بھی فکر و تدبر سے عاری ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ دینی تعلیمات، خداخوفی کا تو تذکرہ ہی کیا۔ ادھر جا بجا عزت، جان، مال، جائیداد کے عدم تحفظ کا شکار مسلمان، امت کو تلاش کرتے ہیں تو دبئی کی سونے کی ریل پیل کی داستان اور اس قوم کی عیش و عشرت کی ہوش ربا ویڈیوز اللہ کے قہر سے خوفزدہ کیے دیتی ہیں۔ سونے سے بنے آئی فون، گاڑیاں سونے میں ڈوبی ہوئی جو 2.5 ارب ڈالر یا اس سے زیادہ مالیت کی۔ ٹھوس سونے سے بنی فلش سیٹ (کموڈ)۔ اے ٹی ایم سے جہاں نوٹوں کی جگہ سونے کے سکے، گولڈ بار نکلتے ہیں۔ تعیشات اور پیسہ لٹانے کا ایک بہانہ ملین ڈالر کی گاڑی کی نمبر پلیٹ بولی میں لینا ہے جو بعض اوقات خود گاڑی سے زیادہ قیمتی بھی ہو جاتی ہے۔ ایک ارب پتی اماراتی نے 18 ملین ڈالر اس نمبر پلیٹ پر لٹائے۔ ہوٹل جہاں ایک رات 24 ہزار ڈالر میں پڑتی ہے۔ زیورات میں سونا ہیرے سے لت پت، عین اسی طرح جیسے شامی عورت خیمے میں برف اور کیچڑ میں لت پت مسلم اخوت کو پکارتی ہے! اسی پر بس نہیں 1200 ڈالر کا کپ کیک جس میں کھانے کے قابل 23 کیرٹ گولڈ کے چھڑکاؤ اور سونے میں ڈوبی سٹرابیری ہمراہ ہے۔ ان کی آنکھوں پر چربی نہیں سونا چڑھ گیا ہے۔ پہلے مذہبی رنگ والے ہندو راس آتے ہیں یا یہودی۔ ان سے خوب گاڑھی چھنتی ہے۔

کارواں گم کردہ منزل راستے پُرپیچ و خم
راہروانِ خستہ پا کی رہنمائی جرم ہے!

اباحیت کا دور دورہ ہے کل عالم اسلام پر۔ ہموم وغموم کے ان اَدھ موا کر دینے والے ملکی اور ملت کے احوال میں کہیں مشکِ اَذفر کی سی مہک ایک رخ سے آتی ہے اور حریت کی خوشبو سے ڈوبتی سانسیں بحال کر دیتی ہے۔ مسلم تاریخ کا یہ باب ہمیں بھولا تو نہیں کہ کس طرح نظام تعلیم گورے نے سرتاپا بدل کر تمام مسلم خطوں پر فکری ژولیدگی مسلط کی۔ برطانیہ، فرانس، اسپین، بلجیئم، ہالینڈ سبھی نے اپنے زیر تسلط

مسلم ملکوں کی تاریخ اور ثقافت کو مسخ کر ڈالا۔ نوجوان اسلام اور دینی اَقدار سے بے نیاز مادّیت، الحاد، کمیونزم کا شکار ہوئے۔ جس پر اقبال نے کہا:

اور یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مُروّت کے خلاف!

ایک صدی بعد آج یہ المیہ شدید ترین ہے۔ اسلام کا تمام شعائر، علامات کو مسخ کرنے، تحقیر کرنے اور گورے نے اپنے گماشتوں کے ذریعے انہیں مسلط کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ طربوش، سرخ ترکی ٹوپی: برصغیر میں اسلامی معاشرے کا شعار تھی (خلافت کی علامت) مصر میں وقار واقتدار کا نشان تھی۔ یہ ٹوپی بعدازاں ترکی میں بالخصوص ریسٹورانٹوں، ہوٹلوں کے بیروں خانساموں کے سروں پر رکھی گئی۔

ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز!

سنتِ نبوی ﷺ کے اتباع میں پہنے جانے والا عمامہ/پگڑی بیروں، چپڑاسیوں کو پہنائی گئی۔ شیروانی ریلوے کے قلیوں کو پہنائی گئی۔ خلیفہ، حجام کو کہا جانے لگا۔ 'مولوی' لفظ میں تحقیر بھر کر 'اَن پڑھ مولوی' کہا جانے لگا۔ یہ تذلیل اذیت دہ تھی۔ تاہم شاعرِ امید نے جو کہا ہے اب سچ ہونے کو ہے:

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس وخاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل برانداز ہے خونِ شہداء کی لالی!

اب بدلتے منظر میں نکلتے سورج کی افق تابی دیکھیے: افغانستان میں لاالٰہ سے دمکتا جھنڈا، اس کے پُرجلال سائے تلے عمامے کی مبارک سنت سے مزین، حریت اور لازوال آزادی کی پُرشکوہ علامت امارتِ اسلامی کے وزراء شرعی حلیوں میں مسندِ اقتدار پر دفتر آرا بیٹھے ہیں۔ پیچھے کھڑے چوبدار...... چپڑاسی کالا مغربی سوٹ اور ٹائی زیب تن کیے تاریخ کے تازہ جبر کا ایک اظہار ہے! ایسی ہی ایک تصویر میں افغانستان میں پاکستانی وفد کے ظہرانے میں پیچھے کھڑے بیروں کا یہی لباس ہم سے بھی سوال پوچھ رہا ہے! ادھر امریکا افغانستان سے نکل کر روس سے یوکرائن پر سینگ اڑائے بیٹھا ہے۔

موسمیاتی تھپیڑوں کی غیر معمولی شدت بھی خوفناک ہے۔ سات کروڑ امریکی اب اس کی زد میں ہیں۔ یکے بعد دیگرے برفانی طوفان جو دھماکہ خیز قوت کا حامل ہے، اسے 'بم سائیکلون' کا نام دیا گیا ہے۔ نظام زندگی، جہازوں کی پروازیں معطل، بجلی کا تعطل، گرتے درخت، برف میں دھنسی گاڑیاں سامانِ آزمائش ہے۔ افغانستان پر برسائے ظلم وقہر کے ہولناک بموں کے بعد امریکا تسلسل سے موسمیاتی بموں کی زد میں معیشت پر مزید چرکے سہہ رہا ہے۔ کورونا کی لہروں کے اتار چڑھاؤ بھی جاری رہتے ہیں! یہ مکافاتِ عمل کا کوڑا برس رہا ہے۔ ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی! ایک بھاری قرض ان کے ذمے ہے جو ادا کردیں تو شاید خلاصی پائیں۔ افغانستان کی درجن ڈیڑھ درجن باغی افغان عورت کی نسبت اب سینکڑوں عفت مآب افغان باپردہ خواتین نے امریکی سفارت خانے کے باہر اپنے 10 ارب ڈالر واپس مانگے ہیں۔ یہ بھی کہا کہ مغرب افغانستان کے سبھی اثاثے بحال کرے اور اسلامی امارت کو تسلیم کرے۔ مغربیوں کو عورت سڑکوں پر نظر نہ آنے پر غشی کے دورے پڑنے لگ گئے تھے۔ امید ہے امریکا کو اب افغان عورت کی آزادی اور حقوق کا یقین آجائے گا! ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(18 تا 25 جنوری 2022ء)

منگل (18 جنوری) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شعبہ نشرواشاعت سے میٹنگ ہوئی۔ بعدازاں کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ (19 جنوری) کو کراچی میں امراء ونقباء کے لیے ریکارڈنگ کروائی۔ پھر معمول کی مصروفیات رہیں

جمعہ (21 جنوری) مسجد شادمان میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (22 جنوری) کو اپنے کزن کے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔

پیر (24 جنوری) کو رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ وطالبات سے گفتگو کی اور سوال وجواب کا سیشن بھی ہوا۔ بعدازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

منگل (25 جنوری) کو نائب امیر محترم اعجاز لطیف، ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی، ڈاکٹر سید عطاء الرحمن عارف، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، ناظم تعلیم وتربیت خورشید انجم، ناظم نشرواشاعت ایوب بیگ مرزا اور انچارج شعبہ سمع وبصر آصف حمید کے ساتھ آن لائن سیشن ہوا۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکم قرآنی کا ترجمان
سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)

تازہ شمارہ
جنوری تا مارچ 2022ء

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ـــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

☆ علم ویقین سے محرومی کے عواقب واثرات ـــ ڈاکٹر ابصار احمد
☆ علم العقیدۃ' سعید عبداللطیف فودۃ اور عصرِ حاضر ـــ مکرم محمود
☆ مِلاكُ التأويل (۲۸) ـــ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ سائنسی علوم کی ایک مثالی یونیورسٹی کی ضرورت (۳) ـــ ڈاکٹر محمد رفیع الدین
☆ مباحثِ عقیدہ (۹) ـــ مؤمن محمود
☆ لِعان کا بیان اور اس کا حکم ـــ پروفیسر حافظ قاسم رضوان

افادات حافظ احمد یارؒ "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح" (در محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ) کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 100 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

امیر محترم کا دورہ حلقہ اسلام آباد

سال 2022ء کے لیے طے شدہ نظام الاوقات کے مطابق امیر محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کا دورہ حلقہ اسلام آباد، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، بخیر و عافیت مکمل ہوا۔ دورے کی مختصر روداد حسب ذیل ہے:

1۔ ہفتہ 15 جنوری کو امیر محترم سہ پہر 3 بجے اسلام آباد پہنچے۔ ہوائی اڈے سے نائب ناظم اعلیٰ راجہ محمد اصغر اور کینیڈا سے آئے ہوئے رفیق فاروق صاحب کے ہمراہ فیض آباد اور نماز مغرب سے پہلے فیصل مسجد اسلام آباد تشریف لائے۔ جہاں پر دعوۃ اکیڈمی کے علامہ اقبال آڈیٹوریم میں بعد نماز مغرب عوامی خطاب ہوا۔ خطاب کا موضوع ''قوموں کا عروج و زوال قرآن مجید کی روشنی میں'' تھا۔ امیر محترم جب آڈیٹوریم پہنچے تو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے شعبہ علوم الحدیث کے استاد پروفیسر ڈاکٹر علی طارق نے ان کا استقبال کیا۔ ڈاکٹر سہیل حسن سابق ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی نے بھی امیر محترم کا خیر مقدم کیا۔ دعوۃ اکیڈمی کی روایت کے مطابق ڈاکٹر علی طارق صاحب نے خود ہی امیر محترم کا مفصل تعارف کروایا اور انہیں دعوت خطاب دی۔ امیر محترم نے شرح و بسط سے مدلل خطاب فرمایا۔ حاضرین کی تعداد آڈیٹوریم کی وسعت سے کافی بڑھ گئی تھی اور ان کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ سیڑھیاں اور اطراف کی تمام خالی جگہیں پُر ہوگئی تھیں اور سامعین نے نہایت توجہ سے خطاب سنا۔ خطاب کے بعد ڈاکٹر سہیل حسن صاحب نے موضوع کا حق ادا کرنے پر امیر محترم کی ستائش کی اور خود بھی اختصار سے موضوع پر اظہار خیال فرمایا۔ دعا اور نماز عشاء کی جماعت کے ساتھ تقریب مکمل ہوئی۔

2۔ اتوار 16 جنوری کو حلقہ اسلام آباد کے جملہ رفقاء کے ساتھ امیر محترم کی صبح 9:30 سے دوپہر 2:35 تک طویل نشست ہوئی جس میں تذکیر بالقرآن، تذکیر بالحدیث اور تذکرہ صحابہؓ کے علاوہ حلقہ اسلام آباد کا عمومی تعارف پیش کیا گیا۔ چائے کے وقفے کے بعد سوالات و جوابات کا بھرپور دور ہوا۔ بیعت مسنونہ سے پہلے امیر محترم نے سالانہ اجتماع کے موقع پر رفقاء کو دیے گئے اہداف کی یاد دہانی کروائی اور خاص طور پر ایک رفیق کے 10 بنیادی اوصاف کے حوالے سے تاکید کی کہ ہر ایک نے ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کرنی ہے۔ نماز ظہر اور دوپہر کے کھانے کے بعد ذمہ داران حلقہ کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی جس میں سوال و جواب کے علاوہ امیر محترم نے ذمہ داران پر زور دیا کہ وہ اپنے بچوں اور گھر والوں پر خصوصی توجہ دیں تاکہ ہمارے گھر سب سے پہلے اقامت دین کی جدوجہد کے مراکز بنیں۔

3۔ اتوار 16 جنوری سہ پہر 3 بجے تنظیم اساتذہ پاکستان کے زیر اہتمام، اسلام آباد کے سیکٹر آئی ٹین میں واقع ایک سکول کے آڈیٹوریم میں راولپنڈی/اسلام آباد کے اساتذہ کے ساتھ نشست کا اہتمام تھا۔ ٹھیک 3 بجے امیر محترم وہاں پہنچ گئے۔ صدر تنظیم اساتذہ ضلع اسلام آباد، راجہ محمد خالد نے امیر محترم کا استقبال کیا اور سیدھے آڈیٹوریم لے گئے جہاں چھٹی کے باوجود اچھی تعداد میں اساتذہ جمع تھے۔ امیر محترم نے علم کی اہمیت، فضیلت، ضرورت اور علم وحی اور اکتسابی علم کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے تمام اکتسابی علوم کو علم وحی یعنی کتاب و سنت کے تابع کرنے پر زور دیا اور اساتذہ کے کردار پر روشنی ڈالی جو نسل نوع کو مقاصد زندگی سمجھانے میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

4۔ اتوار 16 جنوری نماز مغرب سے پہلے انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے زیر اہتمام پروگرام میں شرکت کے لیے امیر محترم قرآن اکیڈمی ہمدان ہائٹس، غوری ٹاؤن پہنچے۔ صدر انجمن ڈاکٹر خالد نعمت نے آپ کا استقبال کیا۔ نماز کے بعد انجمن کے اراکین کے ساتھ نشست ہوئی۔ ڈائریکٹر اکیڈیمکس، بریگیڈیئر عنایت ولی صاحب نے تعلیمی سال 2021ء کی تفاصیل پیش کیں۔ تقریب کے اختتام پر امیر محترم نے خطاب فرمایا اور انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے باہمی ربط کو واضح کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ کی ان دونوں اداروں کے سلسلے میں دی گئی رہنمائی کو مشعل راہ قرار دیا اور زور دیا کہ ڈاکٹر صاحب کے تصورات کے عین مطابق ان دونوں کے درمیان ہم آہنگی کو توازن کے ساتھ برقرار رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ عشاء کی نماز اور عشائیے کے بعد رات تقریباً 9:30 بجے امیر محترم لاہور روانہ ہوگئے۔ (رپورٹ: ضمیر اختر خان)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیپونٹ نز ڈیلور اسلام آباد'' میں

20 تا 26 فروری 2022ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

25 تا 27 فروری 2022ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء و معاونین پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-2340147 / 051-4866055 / 0334-5309613

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

Another Folly: The State Bank of Pakistan Amendment Act 2021

by Mian F. Hameed

The State Bank of Pakistan Amendment Act 2021 has been passed from the NA and the Senate making SBP an autonomous body. This article addresses certain sections of the bill, and what principal relationship Pakistan will have with the State Bank of Pakistan (SBP).

When the act becomes the law, the world will witness its first truly independent central bank. A true independent central bank is a myth. In the developed countries, the independent central banks “operate with a fair degree of independence from the government.” Shinzo Abe, the elected Prime Minister was able to influence the Bank of Japan (BOJ) to raise inflation rate from 1 percent to 2 percent to fulfill his election campaign promise—“unlimited easing.”

Not long ago, I wrote three-part series on how to improve the economic life of the people of Pakistan. The series began with a narrative that the conventional wisdom has gotten Pakistan wrong, and that the economic models of the West if placed in Pakistan will not work. Notwithstanding that narrative, the select Pakistanis have once again opted for the mandates of the IMF to implement the Western economic norms. The many Pakistanis do not realize, not only the poor and the developing countries should heed caution to behaving through the developed countries norms that are like super power countries—a different species, but the amendment has unsettling clauses.The bill crafter’s proposal is a deficit generating workflow, which proposes strong transparency through audits, allocating “sufficient financial resources [...] One hundred million rupees,” and reasoning for providing strong accountability, with a supporting logic that even our 8thgraders would not be willing to own.

The proponents of the bill to grant the SBP autonomy rely on the reason that the amendment aligns with the international norms. This premise has an essential error. Those independent central banks usually belong to the developed countries and not the developing countries that do not have or lack working institutions, and do not have clout at their disposal to hedge against unfavorable outcomes.Pakistan has no institutions to mimic the Western playbook that can help economic policy strive for the amendment’s proposed objective, “Domestic price stability.” Furthermore, the international norm, low inflation and its premise that the amendment calls out as reasons for the proposed amendment is technically misplaced. The domestic price stability objective will not be met.Nonetheless, the amendment begins with giving “background” as justification of the SBP autonomy bill. One aspect of the background states, “Countries with an independent and accountable central bank have lower inflations rates...” Please spares us! I would rephrase the bill crafter’s premise to: Those central banks with low inflation rates, as luck would have it, happen to be independent central banks that benefited from other factors.Their low rate of inflation arguably comes from other factors: Globalization efficiency—the China factor, weakening trade unions, de-industrialization, the record high unemployment of the 1970s and 1980s, and the market crashes. In fact, the central banks have failed to reach the expected 2 percent inflation rate norm desired as target from the independent central banks. The central banks now worry from the uncertainty in the scientific community about Omicron, and perhaps inflation could stay longer with uncertain environment over a longer horizon.As seen, if the premise is faulty, i.e., the low inflation rates are caused by the central banks because they are independent, then the remainder of the reasoning in the bill and the supporting proposed sections by logic are faulty. Their reasoning amplifies delusional syllogism and the outcome then must not be correct.

Another reason provided for the bill is to “strengthen accountability,” which is a myth.The only accountability to the government is the SBP providing a yearend report to the parliament. The spirits of the amendment make SBP’s board and

the staff accountable to no one, is seen in the language that bars agencies like, (NAB, FIA or provincial agencies) from investigating past or present SBP board members and staff. Additionally, the bill gives them immunity from law suits if these individuals do not act in “bad faith” or “mala fide intent.” To make the SBP unaccountable to anyone and with immunity from the law is a head scratching event.The Reserve Bank of Australia is an autonomous body, but is accountable to the parliament and the people.Proving bad faith before the court of law is practically impossible. Autonomy means, do whatever it takes. We can draw lessons from the ongoing litigations that started around 2015 between the European Central Bank (ECB) and the usual plaintiff, Germany. The German Constitutional Court’s litigation arose from ECB’s flagship unlimited bond buying quantities, which Germany has difficulty prevailing upon in the European Court of Justice (ECJ).Granting immunity from the law even to the past SBP officials has legal implication for a recourse, should Pakistan choose to go after those that help generated Pakistan’s odious debt. There is sufficient scholarship in the West to support Pakistan’s odious debt cause at the Hague.Given the fractured justice system of Pakistan, in the event of an odd chance that the SBP board members end up in litigation, what are the odds they will be liable.Learn from Pakistan’s convicted people like the former Prime Minister Nawaz Sharif, that has no immunity from the law, was able to influence the system by faking medical records. Sharif has managed to land under the protection of the U.K. government.

The amendment also bars the government of Pakistan (GOP) from borrowing funds from the SBP—a mind boggling clause designed to potentially curb inflation. Therefore, the GOP will have to go to the primary or the secondary markets to borrow. Imagine GOP borrowing from the new or the existing banks, will spin a super class of financial tycoons giving Pakistan the means to an ever-widening gap between the rich and the poor.The poor and the masses will get taxed from money creation. The amendment will spark generating loans to the GOP at a premium and in a velocity never seen. The practice of loaning money at a premium cost essentially equates to private organizations acquiring the capacity to exponentially tax the people.There are substantial risks associated with creating money and loaning it to the GOP from orchestrated outcomes, which can be means to manipulated or unmanipulated crises. What will Pakistan do when those bonds sold to create money are cashed in bulk with limited or no buyers? Someone will have to obey to the demands of the bond holders then—wouldn’t they?

The noose is getting tighter.The SBP Amendment 2021, will raise concerns that of what Germany thinks of ECB—a “European superstate,” which is an “opaque technocratic agency arrogating to itself powers that properly belong to national parliaments.” Pakistan will have to obey the mandates of a superstate—IMF.The effects of amendment to the 1956 Act, to give autonomy to the SBP would be devastating to Pakistan. The SBP autonomy bill is similar to “a self-governing community of rebels that demands autonomy from Spain.”

The State of Pakistan will have no principal relationship with the State Bank of Pakistan. Pakistan may very well allow another amendment to the 1956 Act, and change SBP’s name to the Central Bank. This is not a national bill, but is rather a “banker’s bill;” this very phrase was orated on the floor of the U.S. Congress when the creation of the Federal Reserve Bank was imposed upon the people of the United States.

<u>Source</u>: Adapted from an article in South Asia Journal; 6 January 2022

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ مقامی تنظیم ساہیوال کے ناظم تربیت محترم محمد اکرم خان کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0321-4360173

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے رفیق محترم عبدالحکیم کے بڑے بھائی وفات پاگئے۔ برائے تعزیت:0335-9336318

☆ حلقہ کراچی شمالی، سرجانی ٹاؤن کے امیر محترم اسرار الحق کے ماموں وفات پاگئے۔
برائے تعزیت:0333-2578822

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.06

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore